بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح حیات حضرت بابا عبد الصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ارشد تاج الاولیا حضرت بابا تاج الدین شاہ ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف باسم تاریخی

خورشید بھیکی پوری

۱۳۸۵ھ



مصنفہ

محمد اقبال خاں خادم آستانہ صمدیہ بھیکی پور شریف

ناشر

الجمیعۃ الصمدیۃ مدرسہ تاج العلوم الاشرفیہ

بھیکی پور شریف، پوسٹ فتح پور، ضلع رائے بریلی (یو پی) پن ۲۲۹۳۰۹

سوانح حیات حضرت بابا عبد الصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ ارشد تاج الاولیاء حضرت بابا تاج الدین شاہ ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف باسمِ تاریخی

خورشید بھیکی پوری

۱۳۸۵ھ

مصنفہ

محمد اقبال خان خادم آستانہ صمدیہ بھیکی پور شریف

ناشر

الجمیعۃ الصمدیہ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ

بھیکی پور، پوسٹ فتحپور، ضلع رائے بریلی۔ یوپی۔ پن نمبر ۲۲۹۳۰۹

کتاب ______ خورشید بھیکی پوری
مصنف ______ محمد اقبال خاں صاحب بھیکی پوری
تقریظ ______ مولانا محمد اشتیاق احمد قادری
ناشر ______ الجمعیۃ الصمدیہ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ بھیکی پور
کتابت ______ شفیق الرحمٰن انصاری دارالعلوم محمدیہ بمبئی (دیوریاوی)
تعداد اشاعت بار اول ______ ایک ہزار (۱۰۰۰)
صفحات ______ چونسٹھ (۶۴)
سنہ طباعت ______ سنہ ۱۴۱۱ھ م سنہ ۱۹۹۰ء
قیمت ______ Rs = 6 / 00
مطبع ______
تصویر ______ ورما اسٹوڈیو فتح پور

ملنے کا پتہ

مدرسہ تاج العُلوم اشرفیہ بھیکی پور
پوسٹ فتح پور، ضلع رائے بریلی، یو۔ پی۔ الہند

پن کوڈ نمبر ۲۲۹۳۰۹

نوری برقی پریس ایمن گنج کانپور

برائے تہدیہ بحضور حضرت محبوب الٰہی
سیدنا نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اس کتاب کی اشاعت میں
الجمیعۃ الصمدیہ کا مکمل
زرتعاون عالی جناب **کرامت اللہ** صاحب
عرف **بالے بھائی** لوکھن بازار فاکلینڈ
روڈ بمبئی نمبر ۴ نے عطا فرمایا۔
ہم جملہ اراکین جمیعۃ کی پرخلوص
دعائیں ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ دونوں بزرگوں
کے فیوض و برکات سے کرامت اللہ بھائی کو
مالا مال فرمائے۔
(آمین)

عرضِ حال

اپریل سنہ ۱۹۸۴ء کی بات ہے کہ ایک دن ملک دار وغہ صاحب تھانہ موہن گنج نے گاؤں کے لوگوں سے حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پوچھے۔ سوانحِ حیات بتانے کے لئے مجھ کو بلایا گیا، پہلی مرتبہ مجھے احساس ہوا کہ ابھی حضرت بابا صاحب کو پردہ کئے انیس سال بھی پورے نہیں ہوئے اور گاؤں بھیکی پور جہاں حضرت بابا صاحب پیدا ہوئے عمر گذاری بعدِ وصال بھی یہیں رونق افروز ہیں پھر بھی اہل بستی ان کے حالات نہ بتا سکے۔ ضرورت ہے کہ گاؤں کے عمر رسیدہ لوگوں اور مریدین و معتقدین کی مدد سے جو کچھ حالات مل سکیں جمع کر لئے جائیں۔ اور ان کو بنام گلزار صمدی یا بنام **خورشید بھیکی پوری** شائع کیا جائے۔ چنانچہ میں نے حالات جمع کرنے کا فیصلہ کیا اللہ پاک میری مدد فرمائے۔

(آمین)

محمد اقبال خاں

خادم آستانہ صمدیہ، بھیکی پور شریف

ضلع رائے بریلی، یو پی

۱۴ر مئی سنہ ۱۹۸۴ء

قارئین کرام سے گذارش

مجھ کو اپنی کم علمی اور نااہلی کا بھرپور اعتراف ہے۔ لیکن جب بارہا فرمائش کے باوجود بھی کسی ذی علم واہل قلم نے کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی اب تک حضرت باباصاحب کے حالاتِ زندگی پر کوئی کتاب شائع ہوسکی تو اس کمی کے پیش نظر اور حضرت باباصاحب کی عقیدت ومحبت سے مجبور ہوکر قلم اٹھانا ہی پڑا۔ اب آپ کے زیر مطالعہ کتاب سوانح حیات حضرت بابا عبدُ الصمدُ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنام خورشید بھیکی پوری اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پیش کرتے ہوئے گذارش کرتا ہوں کہ آپ حضرات کتاب ہٰذا کی غلطیوں اور خامیوں سے مجھ کو ضرور مطلع فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

دوئم یہ کہ جن حضرات کی معلومات و جانکاری میں حضرت باباصاحب کے حالات وکرامات ہوں وہ برائے کرم مطلع فرمادیں جس کو اگلے اڈیشن میں شامل کرلیا جاوے۔

خاکسار

محمدؐ اقبال خاں

خادم آستانہ صمدیہ، بھیکی پور شریف

ضلع رائے بریلی، یوپی

تقریظ

الحمد للہ احد لم یلد ولم یولد خالق الانسان فی کبد
والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سیدنا محمد ن المصطفیٰ مبشرًا
باحمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیاء امتہ احباء الصمد

امّا بعد

اولیائے کرام کی جماعت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان متبرک بندوں کی جماعت کا نام ہے جس جماعت کے درخشاں ستاروں نے اپنی پوری زندگی جہاد فی نفسہٖ ورضائے الٰہی کے حصول میں صرف کر دی ہو اور خالق کائنات ان سے اس درجہ راضی ہو گیا ہو کہ ے

سمجھتا کیا ہے تو دیوانگان عشق کو زاہد
یہ جس جانب ہوں گے اسی جانب خدا ہو گا

یعنی اولیائے کرام کی ذات سے خرق عادت ہونے والے واقعات قدرت خداوندی ومقام نبوت کے مظہر ہوتے ہیں۔ اسی لئے حدیث قدسی کے ذریعہ اعلان کر دیا گیا کہ

من عادلی ولیًّا فقد حاربنی (الحدیث)

یعنی جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو بے شک اس نے مجھ سے جنگ کیا۔

غرضیکہ اولیاء کرام کے فضائل ومناقب میں متعدد آیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی شاہد ووارد ہیں۔ اولیاء کرام کی یہ متبرک جماعتیں ہر دور وصدی میں ظہور پذیر ہوتی رہیں اور گلشن اسلام کو رعنائی بخشتی رہیں۔ چنانچہ تیرہویں صدی ہجری کی آخری دہائی کی انتہا میں سرزمین بھیکی پور پر ایک

شخصیت رونق افروز ہوئی جن کو لوگ صرف علی رضا کے نام سے جانتے پہچانتے تھے۔

لیکن جب ان کی عمر شریف نے تئیسویں ۲۳ کڑی کی ابتدا میں قدم رکھا تو وقت کے نامور بزرگ شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت شاہ بابا تاج الدین علیہ الرحمۃ والرضوان ناگپوری کے دربارِ باوقار میں شرف حاضری نصیب ہوئی اور رہ روئے منزل پر مائل بہ کرم وعطا کی ایک نگاہِ خاص پڑی تو وہ شخصیت علی رضا ہی نہیں بلکہ شاہ عبدالصمد بن گئی۔ یعنی ے

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی اک نگاہ میں ہے

حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پاک کے سوانح اور ان کے فیوض وبرکات کے شواہد بالاختصار مخلصی ومحبی جناب محمد اقبال خانصاحب سابق پردھان ابن حاجی رشید الزماں خانصاحب موضع بھیکی پور اپنی معلومات وفراہمیم کی بنیاد پر بنام خورشید بھیکی پوری پیش کر رہے ہیں۔ مولائے کریم ان کو نیز پڑھنے والوں کو ساتھ ہی راقم الحروف کو بابا عبدالصمد شاہ علیہ الرحمہ کے فیض ودعاؤں سے مالامال فرمائے اور ان کی اس کاوش وتصنیف کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

العبد

محمد اشتیاق احمد قادری رائے بریلوی

خادم صدارۃ المدرسین مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ

بھیکی پور، ضلع رائے بریلی، یوپی

۱۴ ار رجب المرجب ۱۴۰۸ ھ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

امّا بعد

بھیکی پور کی تاریخ

آج سے تقریباً پانچسو برس پہلے کنور راجہ جیپال سنگھ ابن راجہ جگت سنگھ اگن بنشی چوہان مالک ریاست بھنیسور ضلع مین پور کے لڑکے کنور راجہ کرن سنگھ کی شادی علاقہ گڑیو موجودہ متعلقہ بلاک سنگھ پور ضلع رائے بریلی کے راجہ ٹیپو راوت کی لڑکی کے ساتھ ہوئی۔ راجہ گڑیو کے داماد راجہ کرن سنگھ کو بیالیس گاؤں جہیز میں دیئے گئے جن گاؤں کا مجموعہ اس وقت بھرسوں کہلاتا ہے۔ راجہ گڑیو کے داماد راجہ کرن سنگھ نے اپنے نام سے متعلق کرن گاؤں نامی ایک گاؤں آباد کیا اور اسی گاؤں میں منتقل سکونت اختیار کی۔ بعدہٗ ان کی نسل کی تیسری پشت میں راجہ تیج سنگھ اور تیج سنگھ کے لڑکے بہرام سنگھ دونوں باپ بیٹے بعہد شیر شاہ سوری ۱۵۴۰ء تا ۱۵۴۵ء میں خانوادۂ اشرفیہ جائس کی بزرگ ترین ہستی مخدوم زادہ سید شاہ مبارک بودلے علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت عالی سے متاثر ہوکر داخل اسلام ہوئے اور تیج سنگھ تاج خاں اور بہرام سنگھ بہرام خان کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور دربارِ شاہی سے خان اعظم کا لقب حاصل ہوا جن کی اولاد میں میاں بھیکی خان نے بعہد شہنشاہ اکبر متصل ۱۶۰۰ء میں کرن گاؤں کے نزدیک موضع بھیکی پور آباد کیا۔ سب زمینداران بھیکی پور انھیں کی نسل میں ہیں اور اب تک خانوادۂ اشرفیہ جائس کے حلقۂ ارادت سے متعلق ہیں۔

حضرت بابا عبدالصمد شاہ علیہ الرحمہ کے نانا معظم پیر غلام صاحب کے پیر و مرشد حضرت سید شاہ علی حسن صاحب (بڑے میاں صاحب) جائسی نے ۱۹۱۰ء کے قبل کسی موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا کہ "گیارہ ٹوپی انگریزوں کی اور ایک ٹوپی ہمارے بھیکی پور کی" اور کسی وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے بھیکی پور کے سب بورہے (بھولے بھالے) سب جنتی ہیں۔ یہ ہے وہ بھیکی پور جو کہ حضرت بابا عبدالصمد شاہ علیہ الرحمہ کی جائے پیدائش ہے۔

بھیکی پور کا جائے وقوع

لکھنؤ سلطانپور کے درمیان ریلوے اسٹیشن اکبر گنج و بس اسٹیشن قصبہ انہونہ سے دکھن جانب جائس جانے والی پختہ سڑک کے ۸ کلومیٹر پر جہاں کہ حیدر گڑھ سے جگدیش پور جانے والی نہر راجہ بہار راجہ پور کو کراس کرتی ہے وہیں پر چوراہا اسلام گنج واقع ہے اسی جگہ سے مائنر رام پور بھی نکلتی ہے مائنر سے پورب جانب راج بہا کے دکھن طرف دیکھنے پر تقریباً تین فرلانگ کی دوری پر عید گاہ اور درگاہ شریف اور جھنڈا مہدوی[1] لہراتا ہوا نظر آتا ہے وہی بھیکی پور ہے۔

دوسرا رخ یہ ہے کہ رائے بریلی سے پرتاب گڈھ جانے والی ریلوے لائن پر جائس نامی اسٹیشن سے جانبِ شمال بہادر پور چوراہا کراس کرتے ہوئے چودہ ۱۴ کلومیٹر کی دوری پر انہونہ جانے والی سڑک پر چوراہا موہن گنج آباد ہے اور موہن گنج سے انہونہ ہی روڈ پر اسلام گنج چوراہے کا فاصلہ دس ۱۰ کلومیٹر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بھیکی پور سے شمال ۸ کلومیٹر انہونہ پچھم کی طرف لکھنؤ ۸۷ کلومیٹر اور دکھن کی جانب رائے بریلی ۴۵ کلومیٹر اور پورب کی طرف سلطانپور ۷۲ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

ملا[1] جب میں نے حضرت بابا صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت اس جھنڈے کا رنگ کالا کیوں ہے جبکہ اسلامی و مذہبی جھنڈوں کا رنگ اکثر سبز ہوا کرتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مہدی آخرالزماں رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کا رنگ ایسا ہی ہوگا یہ جھنڈ

حضرت بابا صاحب قبلہ سے قبل بھیکی پور

ہمارے موضع بھیکی پور میں دیگر قومیں برائے نام ہی ہیں۔ خالص مسلم راجپوتوں کی آبادی کا گاؤں ہے جس میں سب کے سب چھوٹے زمیندار تھے اور ان کا پیشہ صرف کاشتکاری تھا ملازمت میں تو شاید کچھ لوگ مل بھی جاتے لیکن تجارت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ گاؤں میں تعلیم کی بڑی کمی تھی۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ تکیہ کی مسجد میں عید وبقرعید کے موقع پر سارے گاؤں کے لوگ جمع ہوتے لیکن نماز کچھ ہی حضرات پڑھتے تھے باقی سب ان کے پیچھے ہاتھ باندھ کر خاموشی سے بیٹھے رہتے۔ جب نماز ختم ہو جاتی تو سب لوگ آپس میں گلے ملتے مصافحہ و معانقہ کرتے۔

نماز جنازہ میں بھی چند ہی آدمی نظر آتے۔ زیادہ تر تکیہ دار ہی نماز پڑھاتا تھا۔ نکاح پڑھانے کے واسطے انہوں سے قاضی بلایا جاتا۔ غرضیکہ دینیات کے امور و کاموں میں بڑی ہی کمی تھی۔ دوسری جانب غریبی کا بھی بڑا دور دورہ تھا۔ اکثر گھروں میں بڑی تنگدستی تھی۔ بہت سے لوگ فتحپور کے مہاجنوں و سرمایہ داروں کے قرض دار بنے رہتے تھے۔ گاؤں میں کچھ ہی گھر ایسے تھے جس میں خوشحالی تھی۔ ان سب باتوں کے باوجود اس وقت کے لوگ آج سے زیادہ محبت والے حق گو اور دیانتدار تھے۔

حضرت بابا صاحب کے والد جناب چودھری عابد علی صاحب تھنوی جو کہ اردو کے علاوہ عربی اور فارسی پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ نیز صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند اور دیندار آدمی تھے جب وہ بسلسلۂ رشتۂ دامادی بھیکی پور میں آکر آباد ہوئے تو ان کے ذریعہ بھیکی پور کے ماحول میں زبردست تبدیلی آئی۔ جامع مسجد قائم ہوئی۔ عیدگاہ بنوایا گیا۔ دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن مزید ترقی کا

دور میلہ ۱۹۱۳ء کے زمانے سے شروع ہوا جس میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا، روز بروز خوشحالی و ترقی ہوتی گئی، یہاں تک کہ بھیکی پور پہلے کا بھیکی پور نہ رہ گیا بلکہ پورے علاقہ بھر سوں کا ایک مرکزی گاؤں تسلیم کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ ہندوستان کی ذی اقتدار ہستیاں شری سنجے گاندھی و وزیر اعظم راجیو گاندھی وغیرہ نے بھی یہاں آکر دامن پھیلایا۔ یہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت بابا صاحب کے طفیل میں عطا فرمایا۔ مولا تعالےٰ اس کو ہمیشہ ہم لوگوں پر بابا صاحب کے صدقہ میں قائم و دائم رکھے۔

(آمین)

حضرت بابا صاحب کا شجرۂ پدری

حضرت بابا عبدالصمد شاہ بن چودھری عابد علی بن چودھری حسین علی بن چودھری حیدر علی بن چودھری اظہر علی بن چودھری فیض علی (مورث اعلیٰ چودھری اظہر حسین) بن شیخ جان محمد بن شیخ خان محمد بن شیخ دوست محمد بن شیخ محمد حسین بن شیخ محمد ناصر بن شیخ محمد فیروز بن شیخ حشمت اللہ بن شیخ شمس الدین بن قاضی شیخ حمید الدین بن شیخ سیف اللہ بن شیخ رکن الدین بن شیخ تاج محمد بن شیخ کمال الدین بن شیخ خیرات علی بن شیخ نظام الدین بن شیخ حسام الدین بن شیخ بدر الدین۔

قاضی بدر الدین صاحب ہمراہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جانب ہرات، غزنین سے بتدارک قوم بھر کے آئے اور تعلقہ آزاد پور وغیرہ میں قابض ہوئے۔ اولاد بدر الدین زمانۂ شاہی سے مسلسل عہدۂ نیابت و قضا و چودھرائی و خطبہ خوانی پر مختار کی گئی جو نسلاً بعد نسل اب تک چلی آرہی ہے۔

نوٹ:۔ شجرہ حاصل شدہ چودھری اظہر حسین رئیس انہونہ)۔

حضرت بابا صاحب کا شجرۂ مادری

حضرت بابا عبدالصمد شاہ صاحب ولد مسماۃ رسولن بی بی دختر ٹھاکر پیر غلام خاں ولد ٹھاکر دائم خاں، ولد ٹھاکر چھیدا خاں ولد ٹھاکر مہابت خاں ولد ٹھاکر نواز خاں ولد ٹھا[illegible] اللہ [illegible] خاں ولد ٹھاکر پہاڑ خاں ولد میاں محبت خاں ولد میاں عالمشاہ ولد میاں بسالت خاں ولد میاں رنجھن خاں ولد میاں بھیکی خاں ولد میاں متّے [illegible]ں ولد میاں بہرام خاں (راجہ بہرام سنگھ) ولد میاں تاج خاں (راجہ تیج سنگھ [illegible] ملقب بہ خان اعظم) ولد راجہ کنور سنگھ ولد راجہ کرن سنگھ (مالک علاقہ بھربوں) ولد راجہ جیپال سنگھ ولد راجہ جگت سنگھ (مالک ریاست بھینسور ضلع مین پوری) قوم چوہان اگنبنشی پدری کنور) جن کا سلسلۂ نسب راجہ پرتھوی راج چوہان کے خاندان سے ملتا ہے۔

زمین دارانِ موضع بھیکی پور میں ٹھاکر پیر غلام کے کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لئے اپنی جائداد انھوں نے اپنے نواسوں کے نام ۱۹۰۲ء میں ہبہ کر دیا تھا۔ ننہالی جائداد پر حضرت بابا عبدالصمد شاہ علیہ الرحمہ پانچ حقیقی بھائی اور ان کے چار خالہ زاد بھائی یہ سب لوگ بھیکی پور کے اندر پہلی پشت میں آباد ہیں جو کہ شیخ صدیقی ہیں اور ملکی و چودھری کہے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے گاؤں بھیکی پور میں بابا صاحب کے محلہ کو چودھرانہ محلہ کہا جاتا ہے۔

حضرت بابا صاحب کی تاریخِ پیدائش

حضرت بابا صاحب کی تاریخ پیدائش کے بارے میں صرف یہ معلوم ہو سکا کہ آپ اساڑھ سمبت ۱۹۳۹ بکرمی میں پیدا ہوئے تھے۔ (دستور کے مطابق

آپ کے نانا پیر غلام صاحب نے جنم کنڈلی بنوائی تھی جو محفوظ نہ رہ سکی) بکرمی سے حساب نکالنے پر جولائی ۱۸۸۲ء اور شعبان ۱۲۹۹ھ نکلتا ہے۔

جائے پیدائش

آپ کی جائے پیدائش بھبکی پور پوسٹ فتحپور پرگنہ انہونہ، تھانہ موہن گنج، تحصیل تلوئی، ضلع رائے بریلی، یوپی (الہند)

تاریخ وصال

حضرت بابا صاحب کا وصال ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۶۶ء مطابق ماہ پوس کی پورنماسی سمبت ۲۰۲۲ بکرمی بروز جمعہ ٹھیک ۱ بجے جبکہ مسجد میں خطبہ ہو رہا تھا

کل عمر شریف

مطابق ہجری	۸۶ سال	ایک ماہ
بمطابق عیسوی	۸۳ سال	چھ ماہ
بمطابق بکرمی	۸۳ سال	چھ ماہ

تعلیم و تربیت

جس زمانے میں حضرت بابا صاحب بھبکی پور کے اندر پیدا ہوئے اس وقت یہاں تعلیم کی بڑی کمی تھی تعلیم یافتہ لوگ کمیاب تھے۔ کیونکہ آبادی کی اکثریت کا مزاج زمیندارانہ اور پیشہ کاشتکاری کا تھا پھر بھی آپ کے پدر بزرگوار جو بہت ذی علم اور قابل آدمی تھے انھوں نے گھر پر تعلیم میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی جس کی وجہ سے آپ کو اردو، عربی و فارسی میں کافی قابلیت حاصل ہو گئی تھی۔ چونکہ بابا کو بچپن ہی سے عبادت و ریاضت نیز سیر وسیاحت کا شوق زیادہ اور گھریلو کاروبار سے لگاؤ کم تھا۔ اس لئے آپ کو سند یافتہ تعلیم حاصل نہ ہو سکی۔ چونکہ بابا صاحب کے نانا ٹھاکر پیر غلام صاحب گاؤں کے بڑے زمینداروں میں سے تھے اور ان کے کوئی اولاد بھی نہ تھی۔ بابا صاحب بھائیوں میں سب سے بڑے ہونے کی وجہ سے گھر میں اکیلے لڑکے تھے اسکے علاوہ آپ کو گاؤں بھر میں نواسے اور بھانجے کی حیثیت حاصل تھی اسلئے

آپ کی پرورش بڑے ہی لاڈ و پیار سے ہوئی تھی۔

پوشاک

حضرت باباصاحب کوسفید کپڑا بہت زیادہ پسند تھا۔ ہاں اگر کوئی عقیدتمند رنگین کپڑا پیش کرتا تو اس کی دلجوئی کے لیے وقتی طور پر پہن بھی لیتے تھے۔ عام طور پر تہبند کلی دار کرتا گول ٹوپی اور جاڑے کے دنوں میں روئی دار شلوکہ یعنی بنڈی استعمال کرتے۔ بچپن میں پاجامہ بھی پہنا کرتے تھے۔ عصا (چھڑی) ہاتھ میں ضرور رہتا تھا، سرمہ لگاتے مسواک کرتے، موقع موقع پر عمامہ بھی باندھا کرتے تھے۔

پسندیدہ غذائیں

حضرت باباصاحب کو سادہ غذائیں بہت پسند تھیں مرغن یعنی چکنی چیزوں سے پرہیز بھی نہ تھا۔ کھٹی، کڑوی، چٹپٹی چیزیں مثلاً مٹھا، دہی بڑا، رائتہ، کڑھی، کھچڑا، ہر قسم کی چٹنی اچار وغیرہ بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ کھانے میں کبھی کوئی نقص نہ بتاتے دسترخوان پر سامنے آئی ہوئی چیزوں میں سے سب کچھ کھاتے ہمیشہ زمین پر فرش بچھوا کر یا تخت پر کھایا کرتے تھے۔ فیشن کے مطابق میز، کرسی، چھری، کانٹا، کشتہ، ڈونگا وغیرہ قطعی نہ استعمال کرتے۔ کھانے سے پہلے نماز جیسی تیاری کرتے وضو کرتے، ٹوپی پہنتے پھر بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے تھے۔ غرضیکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آداب طعام کا بھرپور لحاظ رکھتے حقہ فرشی پیتے۔ کبھی کبھی سگریٹ بھی پی لیتے تھے پان بھی کھایا کرتے تھے حضرت باباصاحب کو کانٹا سے مچھلی بھی پکڑنے کا بڑا شوق تھا۔

حجامت و غسل

حضرت باباصاحب داڑھی کے بال کبھی چھوٹے نہ کرواتے مونچھیں قینچی سے کاٹ کر باریک اور چھوٹی کر دی جاتیں سر میں بال بڑے نہ ہونے پاتے بلکہ عام طور پر پندرہویں دن سر منڈا دیتے۔

ویسے تو آپ جمعہ کے دن ضرور غسل فرماتے لیکن موسم گرما میں قریب قریب روزانہ نہایا کرتے تھے آپ اپنے بچپن و جوانی کے زمانہ میں زیادہ تر میاں[1] کے تالاب میں غسل کرنے جایا کرتے تھے۔ کافی دیر تک تیرتے رہتے جب ڈبکی لگاتے تو اس کنارے سے اس کنارے پر جا نکلتے، نہانے میں بہت سے بچے بھی ساتھ ہو لیتے تھے۔

مخدوم زادگان اشرفیہ کا احترام

حضرت بابا صاحب اور ان کے اہل خاندان اپنے نانا پیر غلام صاحب کے پیرزادگان اشرفیہ جائس کا احترام و عزت، خاطر و تواضع اس طرح سے کرتے چلے آئے ہیں جیسے گاؤں کے اور سبھی لوگ کرتے ہیں۔ کچھوچھہ شریف سے جب حضرت سید اکمل حسین صاحب بھیکی پور تشریف لاتے تو ان کی نشست اکثر بابا صاحب کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور جب حضرت بابا صاحب اپنے مرید بیت غنا اللہ عرف منے میاں جائسی کے مکان مسکونہ شہر جونپور تشریف لے جاتے تو انجینیر صاحب (منے میاں) تقریر کے واسطے محدث اعظم ہند سے پروگرام لیتے۔ جب آپ کچھوچھہ سے جونپور تشریف لاتے اور حضرت بابا صاحب سے ملاقات ہوتی تو وہ منظر قابل دید ہوتا۔

اہل باطن جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کا کس قدر احترام کرتے ہیں اور ایک دوسرے میں وہ جو کچھ دیکھتے ہیں اسے ظاہر بیں نظریں کیا سمجھیں۔

ایک دن حضرت بابا صاحب نے کہا منے میاں! محدث صاحب کا پلنگ اسی کمرہ میں کر دو

---

[1] میاں کا تالاب آبادی سے پچھم تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر میاں بھیکی خان کا کھدوا ہوا جریبی دس بیگھ کا تالاب ہے جس کے اتر بھیٹہ پر ہندو سادھو تپا بابا کا مٹھ، پچھم مائنر رام پور، دکھن تپا بابا کا باغ و مسجد والا کھیت اور پورب عیدگاہ و شہید بابا کا مزار و قبرستان ہے قدیم زمانے سے اس تالاب میں تعزیہ دفن ہوتے ہیں اس لئے یہ بہت صاف ستھرا رہتا ہے۔

اس پر محدث صاحب نے فرمایا حضرت میں تو زمین پر ہی رہوں گا۔ پھر تو باباصاحب نے اپنا بستر بھی زمین پر بچھوادیا۔

ایک مرتبہ محدث صاحب نے باباصاحب کے سامنے پیتل کی ایک چمنی پیش کرتے ہوئے فرمایا حضرت جب میں رام پور (روہیلکھنڈ) گیا تو مجھے یاد آیا کہ آپ حقہ پیتے ہیں اس لئے آپ کے واسطے چلم پر رکھنے کو یہ چمنی لے لی تھی۔ اس پر باباصاحب بہت ہنسے۔ اب بھی وہ چمنی بطور یادگار تبرکات میں رکھی ہوئی ہے۔

عقدہ کشائی

ایک دن حضرت باباصاحب سے کسی نے محفل میں پوچھا حضرت! یہ کیسے ممکن ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مولا علی مشکل کشا شیر خدا گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک رکاب پر پیر رکھتے تو دوسرے رکاب پر پیر پہنچنے سے قبل ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔ اس پر حضرت باباصاحب ہنسے۔ فرمایا اچھا بتاؤ ایک ناظرہ خواں کو قرآن ختم کرنے میں کتنا وقت لگے گا اور یہ بتاؤ ایک حافظ کو کیا وقت درکار ہے۔ اگر اتنے حافظ جمع ہوں کہ ایک ایک پارہ حصے میں آوے بلکہ ایک ایک رکوع یا ایک ایک سطر پڑھنا پڑے پھر اگر اتنے حافظ جمع ہوں کہ صرف ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف پڑھنا ہو تو کتنا وقت صرف ہوگا کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے تمام جسم کا رویاں رویاں ذاکر تھا ان کے لئے کیا مشکل ہے۔

دیگر

اسی طرح ایک سوال اور کیا گیا کہ باباصاحب مولانا روم علیہ الرحمہ کی مثنوی سے تو آواگون ثابت ہوتا ہے۔ شعر یہ ہے۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
مثل سبزہ بارہا روئیدہ ام

اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ تو سمجھ کا پھیر ہے۔ کون نہیں جانتا کہ انسان کا وجود ایک قطرۂ منی سے ہے منی خون سے بنتی ہے خون غذا سے پیدا ہوتا ہے غذا میں قسم قسم کے اناج پھل ساگ سبزی دودھ انڈا گوشت مچھلی وغیرہا جو کچھ بھی انسان کھاتا ہے ہر ایک کا ست نکل کر خون بنتا ہے۔

مثلاً تم نے دودھ پیا غور کرو گائے بکری بھینس کے دودھ (خون) میں ہر قسم کے بھوسہ گھاس پتی کا عرق موجود ہے یا نہیں؟ انڈے میں کون کون ست پایا جاتا ہے! مچھلی نے کس کس قسم کی غذا استعمال کی ہوگی؟ پھل دار درختوں نے کون سا عرق لیا ہوگا؟ شہد میں کس قدر اجزا موجود ہیں غرضیکہ انسان بے شمار اجزا کا مجموعہ ہے جس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ پودوں سے اناج پھر آٹا پھر روٹی پھر پاخانہ، پھر پودوں کی غذا۔ انھیں سب شکلوں کے الٹ پھیر کو لوگ آواگون سمجھ بیٹھے۔

حضرت بابا صاحب اکثر ان اشعار پر بھی بڑی وضاحت و تفصیل سے گفتگو فرمایا کرتے تھے

ایک ساعت صحبتے با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بہ مئے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزل ہا۔

معمّہ

بابا صاحب کی کچھ باتیں بطور معمہ ہوا کرتی تھیں۔ یعنی عام فہم نہ ہوتیں۔ جیسے کہ

۱۔ کھاؤ سارے کوّد (گدّر) بھئی جوندھری۔

۲۔ بھاگ بندر یا بھوکا بندر آدت ہے۔

۳۔ ایک زمانہ آویگا کہ سب شنکر برن ہو جاویگا۔

۴۔ پنڈتوں اور مولویوں کا قتل عام ہوگا۔

۵۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

احترام پیر

حضرت بابا صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت بابا تاج الدین تاج الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۹۱۲ء میں حاضر ہوئے تھے وہاں سے آنے کے بعد سنہ ۱۹۶۶ء تک حیات رہے لیکن کبھی بھی دکھن کو پیر کرکے نہ لیٹتے کیوں کہ یو پی سے ناگپور شریف دکھن ہی پڑتا ہے۔

شجرۂ طریقت

بڑے بابا صاحب یعنی حضرت بابا تاج الدین تاج الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ طریقت کی بابت جب بھی کسی نے پوچھا تو میاں بابا یعنی بابا عبدالصمد شاہ نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ بڑے بابا صاحب مادرزاد ولی تھے۔ اسطرح آپ کا کوئی شجرہ نہیں ہے۔

نیز آپ یہ بھی فرماتے کہ ہمارے پیر بھائیوں میں سے کسی نے یہی سوال کیا تھا۔ تو بابا صاحب نے جھڑک کر فرمایا۔ کیا دو کانداریاں کرنی ہے۔

طریقۂ بیعت

چونکہ حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب کو اپنی جھوٹی (پی ہوئی) چائے پلادی تھی اس لئے اس طریقہ کو حضرت بابا صاحب نے بھی اختیار کر رکھا تھا۔ داخل سلسلہ (مرید) ہونے والا چائے شربت یا سادے پانی کا پیالہ پیش کرتا جسے آپ تھوڑا پی کر واپس کر دیتے۔ آپ کے سامنے کھڑا ہو کر وہ پانی پی لیتا پھر آپ اسے تاکید کرتے۔ فرماتے کہ تم سے جس قدر بھی ممکن ہو سکے کثرت سے درود شریف (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بَارِكْ وَسَلِّمْ صَلُّوْا عَلَیْهِ) پڑھا کرو۔ تم جس قدر محبت کروگے اتنا ہی قریب پاؤگے۔

شانِ عظمت

ایک رات میں (راقم) نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں حضرت پیرانِ پیر روشن ضمیر سید ناسرکار غوث الاعظم کے تشریف فرما ہونے کی شہرت ہے اور زیارت کرنے والوں کا تانتہ بندھا ہوا ہے۔ بغرضِ قدم بوسی جب میں (راقم) حجرہ شریف میں داخل ہوا تو دیکھا کہ یہ تو ہمارے حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

باباصاحب کے خالہ زاد بھائی حاجی فرید احمد صاحب جب حج بیت اللہ شریف سے تشریف لائے تو باباصاحب سے کہنے لگے کہ ہم نے آپ کو عرفات میں دیکھا تھا تو باباصاحب نے فرمایا ایسی باتیں عام نہیں کی جاتیں۔

چودھری وحیدالدین تاجی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ باباصاحب کے سفر میں ہم بھی ان کے ساتھ تھے باباصاحب سہارنپور اسٹیشن پلیٹ فارم پر بستر سے ٹیک لگائے پیر پر پیر رکھے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ تین چار سادھو حضرت باباصاحب کی طرف دیکھتے ہوئے قریب سے گذرے تھوڑی دور جاکر آپس میں کچھ باتیں کیں پھر ہٹ کر حضرت باباصاحب کے پاس آئے۔ سلام کیا اور ادب سے بیٹھ گئے۔ آپ بھی ان کی طرف مخاطب ہوئے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں دورانِ گفتگو سادھوؤں نے کہا باباصاحب! آپ کے پیر میں پدم ریکھا دیکھ کر آپ کے درشن کو ہم لوگ اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ جب ہم لوگ دہلی پہونچے اور اس بات کا تذکرہ ہوا تو دہلی والوں نے آدمی بھیج کر کاشی سے ایک قابل پنڈت بلوایا جب اس نے آپ کے پیر کو دیکھا تو بتایا کہ یہی ریکھا شری کرشن کے پیر میں تھی۔ صرف فرق اتنا ہے کہ ان کے ایک تل بھی تھا جو حضرت باباصاحب کے نہیں پایا جاتا۔ پھر بھی ایسی ہستیاں دنیا میں کبھی کبھی جنم لیتی ہیں۔

عطائے عمل

سنہ ۱۹۵۱ء میں طاعون پھیل گیا ۲۵، ۳۰ موتیں ہوگئیں سیکڑوں آدمی بیمار پڑ گئے سرکاری ڈاکٹروں نے دورہ بھی کیا لیکن وبا کا عمل برابر ہوتا رہا۔ پریشان ہو کر لوگ حضرت بابا صاحب کے پاس جاکر دعا کے طالب ہوئے آپ نے فرمایا جاؤ مغرب کے وقت نعرۂ تکبیر (اللہ اکبر) نعرۂ رسالت (یارسول اللہ) نعرۂ حیدری (یا علی حیدر کرار صاحبِ ذوالفقار، شاہِ دلدل سوار) کے نعرے لگاؤ خاص کر گاؤں کے کناروں پر اور یہ دعا پڑھتے ہوئے گاؤں کے گلی کوچوں میں چکر لگاؤ اللہ پاک مصیبت سے نجات دے گا۔

دعائیں

لِی خَمْسَۃٌ اطفی بِھَاحرالوبا الحاطمہ المصطفیٰ وَالمرتضیٰ وَابناھُمَا وَالفاطمہ

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار لَافَتیٰ اِلَّا عَلِی لَاسَیفَ اِلَّا ذُوالفقار

اس وقت سے جب بھی یہ عمل کیا گیا اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اس پر اہل بھیکی پور کا بڑا عقیدہ ہے۔ کیونکہ دو مرتبہ طاعون، تین مرتبہ ہیضہ (کالرہ) اور کئی بار طوفان د باد وباراں او قحط سالی کے موقع پر یہ دعائیں پڑھی گئیں اور ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور پنجتن پاک کے وسیلے و صدقے میں ہم پر سے مصیبت و پریشانی دور کردی۔

نصیحت

سنہ ۱۹۵۵ء میں بھیکی پور کے اندر سب سے پہلا الکشن میرے (راقم) خلاف لڑا گیا جس کے نتیجے میں گاؤں کے اندر اختلاف و نفرت کی لہر دوڑ گئی اس وقت حضرت بابا صاحب گاؤں میں موجود نہ تھے ان کی واپسی پر جب میں ان کے پاس گیا تو بابا صاحب نے فرمایا کہ اقبال تم کو اللہ تعالیٰ نے کامیاب کیا۔ تم ہرگز اپنے دل میں انتقام کا خیال نہ لانا۔ تم

اسی طرح گاؤں کے پردھان ہو جیسے کہ پہلے تھے تم سب کام اسی طرح کرنا جیسے پہلے کیا کرتے تھے مخالفت کرنے والوں سے کدورت نہ رکھنا وغیرہا۔ والد صاحب حاجی رشید الزماں خان نے جب آپ سے ملاقات کی یہی سب باتیں ان سے بھی کہیں (۱۹۵۵ء کا الکشن مجمع عام میں ہاتھ اٹھا کر ہوا تھا اس لئے نفاق بڑھ گیا تھا)۔

خیر و برکت

ہمارے گھر کا دستور تھا کہ عرس میں محرم کی ۲۷ تاریخ کی صبح ناشتہ میں کچھ آدمیوں کے لئے انتظام کیا جاتا تھا۔ ایک سال عرس میں والد صاحب (حاجی رشید الزماں خانصاحب) نے مجھ سے کہا کہ ان لوگوں کو بلاؤ جو ہمیشہ آیا کرتے ہیں۔ میرے بلانے پر جب وہ لوگ ہمارے گھر کی طرف چلے تو نصیر احمد جائسی نے بطور مذاق زور سے پکارا۔ بابا کے سمدھیانے ناشتہ کرنے چلو پھر کیا تھا سارا مجمع چل پڑا یہ دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا۔ پلنگ، چارپائی، تخت و کرسی، جازم، پاکھڑی وغیرہا پر جگہ نہ ملنے سے لوگ زمین پر بیٹھے نظر آئے۔ لیکن پھر بھی خیر و برکت کا یہ عالم ہوا کہ بغیر ناشتہ کئے کوئی بھی واپس نہ گیا۔

آپ کا کشف

حضرت بابا صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ انگریز یہاں سے چلے جاویں گے ان کے جانے کا وقت قریب آگیا ہے۔ لوگ حیرت میں آجاتے کہ اس قدر مستحکم و مضبوط حکومت والے کیسے چلے جاویں گے۔

جنگ عالمگیر ۱۹۴۰ء میں جب جاپان نے برہما پر قبضہ کر لیا پھر انگریزوں نے برہما واپس لے لیا اور جاپان کی راجدھانی ٹوکیو کو پامال کر ڈالا۔ ایک دن حضرت بابا صاحب کی محفل میں اس کا تذکرہ ہو رہا تھا کسی نے کہا اب یہاں سے انگریزوں کا جانا آسان نہیں ہے اس پر حضرت کو جوش آگیا کہا کہ انگریز اس طرح سے چلے جاویں گے کہ تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ سو ؤ گے ان کی حکومت میں جاگو گے دوسری

حکومت میں۔ کون نہیں جانتا ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ۱۲ بجے رات میں حکومت بدل گئی اور انگریز چلے گئے۔

دیگر ایک مرتبہ ہمارے یہاں باباصاحب کی دعوت تھی گھر کے اندر تخت پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ منجھلی دادی آئیں اور کہنے لگیں کہ میاں بھیا دعا کرو کہ امجد کی چوکھٹ بھی آباد ہو۔ ذرا دیر بعد باباصاحب نے کہا گھبراؤ نہیں مالک اولاد دے گا جیتی جاگتی اولاد ہوگی پھر کہا دو ہوں گے۔ ۱۹۵۵ء میں چچا کے یہاں دو بچے جڑواں پیدا ہوئے ایک تو بعدِ پیدائش ہی جاتا رہا دوسرا احمد رضا جس کی عمر تقریباً ۳۰ سال ہے ماشاء اللہ تندرست ہے۔

آپ کا کشف عرصہ ہوا کہ شام کے وقت حضرت باباصاحب کے پاس بیٹھا تھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اتر کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے حضرت باباصاحب نے کہا کہ اقبال دوسری پر بازار نہیں لگوا دیتے۔ میں نے کہا کیا بازار لگے گی؟ فرمایا ہاں لگے گی، اچھی لگے گی۔ کچھ دکانیں بنوا دی جائیں کچھ چھپر رکھ دیئے جائیں میں اس کا مطلب یہ سمجھا کہ جب ہمارے حصہ داروں میں علیحدگی ہوگی تو اس آراضی میں ہم لوگوں کے گھر بنیں گے بازار لگنے سے مراد آباد ہونے سے ہے۔ کافی عرصہ گذر گیا ۱۹۶۲ء میں ہمارے یہاں علیحدگی ہوئی یہاں تک کہ ۱۹۶۶ء میں حضرت باباصاحب کا وصال بھی ہوگیا لیکن اس زمین پر کوئی نئی بات نہ پیدا ہوئی ۱۹۶۸ء میں ایک دن بعد نماز جمعہ گاؤں کے کچھ لوگ شبیر خاں وغیرہ حضرت باباصاحب کے دروازے پر کہنے لگے کہ اگر حاجی کے گھر والے راضی ہوجائیں تو دوسری بازار لگوائی جائے۔ میرے بھائی محمد یار خاں نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میں حیرت میں تھا کہ جگہ وہی ہے جسے باباصاحب نے کہا تھا۔ باباصاحب کے دروازے پر بات

طے ہوئی کہ حضرت بابا صاحب کا وصال جمعہ کو ہوا ہے اس لئے جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ سب سے پہلی دوکان سبزی کی آئی دوکان دار نے دوکان کھولتے ہی حضرت بابا صاحب کے یہاں سبزی کی نذر پیش کی۔ حضرت بابا صاحب کے مزار پر فاتحہ دلاکر بازار میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ اب تو عرس کے زمانے میں حضرت بابا صاحب کا میلہ بھی اسی بازار میں لگنے لگا۔ اس قدر نسبت ہے اس بازار کو حضرت بابا صاحب سے۔

کرامت ۲۶ رمئی ۱۹۶۲ء کا واقعہ ہے کہ گاؤں کے اندر دن کے وقت آگ لگ گئی گرمی کا موسم تیز ہوا کے جھونکے، شعلوں کی لپیٹ، کوئی قریب نہ جا پاتا اور نہ ہی پھینکا ہوا پانی ہی جاتا، ہزاروں آدمی جمع، ساری کوشش ناکام، آگ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، اب یہی سمجھا جا رہا تھا کہ بس تھوڑی دیر میں سارا گاؤں جل کر خاک کا ڈھیر نظر آنے لگے گا۔ اس طوفانی منظر میں حیرت کا نظارہ ہوا۔ دیکھا گیا کہ اب آگ آگے بڑھنے سے رک گئی، شعلے دوسرے چھپروں تک پہنچتے آگ کی چنگاریاں دوسرے گھروں پر برستیں لیکن کیا مجال کہ آگ آگے بڑھ سکے۔ شعلے دھیمے پڑے، دھیرے دھیرے قابو ملتا گیا اور لوگ آگ بجھانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن کسی کی سمجھ میں نہ آتا کہ آگ آگے بڑھنے سے کیسے رک گئی تھوڑی ہی دیر میں خبر گونجی کہ جب گاؤں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے حضرت بابا صاحب کے پاس گئے اور بتایا کہ بابا گاؤں جلا جا رہا ہے۔ باوجود علالت وکمزوری حضرت بابا صاحب حجرہ سے باہر نکل کر جدھر آگ لگی تھی ادھر چلے پھر راستہ میں بیٹھ گئے فرمایا جاؤ آگ آگے نہ بڑھے گی۔

کرامت:۔ ایک سال بارش نہ ہونے سے کھیتی میں نقصان ہو رہا تھا۔ ہم لوگ مولانا

جلال الدین صاحب (صاحبزادے حضرت بابا صاحب) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سلمان نام کا
ایک شخص بابا صاحب کے پینے کا پانی لے کر قریب سے گذرا اس سے کہا گیا کہ بابا صاحب سے کہو
کہ دعا کریں پانی برسے اس نے جاکر عرض کیا اس کے کہنے پر حضرت بابا صاحب نے آدھا گلاس پانی
اور آدھا گلاس پانی آنگن میں پھینکتے ہوئے کہا لو پانی برستا ہے پھر اسی دن سے بارش کا سلسلہ شروع
ہوگیا۔ جب عرس برسات میں پڑ رہا تھا ایک مرتبہ مسلسل بارش کی وجہ سے عرس کا کوئی انتظام نہ ہو
ایک دن ڈاکیہ نے (پوسٹ مین) نے منی آرڈر کی رقم بابا صاحب کے ہاتھ پر رکھی بابا صاحب نے بہتے
ہوئے پانی میں پھینکتے ہوئے کہا لیجاؤ ہم کیا کریں کچھ کرنے ملتا ہے اسی دن سے بارش رک گئی پھر اس
بعد ہی پانی برسا۔

جس کا کام ہے خود ہی کرے گا

ایک مرتبہ مولانا[1] صاحب کی فرمائش کے مطابق ہم[2] ان کے ساتھ حضرت بابا صاحب کے
سامنے جاکر کھڑے ہوئے آپ نے پوچھا کیا ہے؟ میں نے کہا بابا صاحب عرس قریب آگیا ہے۔ ابھی
کوئی رقم آئی نہیں عرس کا انتظام کیسے ہو مولانا صاحب بہت پریشان ہیں اس پر آپ نے فرمایا
مولانا کیوں پریشان ہیں جس کا کام ہے خود ہی کرے گا۔ کسی کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تم
لوگ جاکر بیٹھو۔ ہمیشہ کی طرح اس سال بھی عرس اپنی قدیم روایات کے مطابق بڑی خوش اسلوبی سے
انجام پذیر ہوا۔

اس موقع پر ایک پرانی بات بھی یاد آگئی عرصہ ہوا کہ کچھ لوگ اِدھر اُدھر کی بات کیا کرتے کہ حضرت

---

۱ حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے
۲ راقم الحروف

باباصاحب جو اتنا بڑا عرس کرتے ہیں اس میں حیرت کی کیا بات ہے جو رقم سفر میں باہر جا کرے آتے ہیں وہ سب تو عرس میں لگتی بھی نہیں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پانچ چھ سال تک حضرت باباصاحب قطعی سفر میں نکلے ہی نہیں پھر بھی عرس ہر سال اسی آن بان سے ہوتا چلا آیا۔

ابھی پچھلے سال محرم ۱۴۰۴ھ ہجری میں سجادہ نشین (کلو بھائی) اور ان کی بہن سعیدن آپا (باباصاحب کے بھتیجے، و بہو) دونوں ذمہ دار شخصیتیں حج بیت اللہ شریف سے عرس تک نہ آسکیں پھر بھی عرس میں کسی مقام پر بھی کوئی خامی نظر نہیں آئی بلکہ گذشتہ سالوں کے مقابلے میں ہر ایک کام اونچا ہی رہا۔ یہ بالکل سچ ہے جس کا کام ہے وہ خود ہی کرتا ہے۔ اگر کوئی اپنی کارگذاری پر ناز کرے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔

کرامتیں

۱۲ر جولائی ۱۹۸۴ء کو تالگرام ضلع فرخ آباد میں عبدالغفور بھائی کے چالیسویں کے موقع پر جناب مرزا الواب بیگ صاحب نے یہ واقعات بیان کئے کہ مالی حالت سے پریشان ہو کر میں بھیکی پور گیا اور باباصاحب کے مزار پر آپ کے وسیلہ سے دعا مانگی۔ وہیں پر اشارہ کیا گیا کہ جاؤ تمہاری ڈیوٹی لگ گئی ہے گھر آتے ہی مدرسہ فیض العلوم میں کام مل گیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے میری خانگی حالت بہتر ہو گئی۔ اب بڑی خوشحالی کا زمانہ ہے۔

ایک مرتبہ کبیر پور ایک تقریب میں گیا تھا رات میں جب سو گیا تو دیکھا کہ دو مہیب صورت شخص آئے ایک نے میرے گلے پر دوسرے نے سینے پر پیر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ میری جان نکلی جارہی تھی میں نے اپنے پیرو مرشد باباصاحب کو آواز دی دیکھا کہ حضرت تشریف لائے آپ کو دیکھتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مجھے نجات حاصل ہوئی۔

ایک رات میری بیوی نے خواب میں دیکھا کہ باباصاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ کل صبح جو گلگلے تمہارے گھر آدیں ان کو مت کھانا۔ دوسرے دن صبح پڑوس سے کچھ گلگلے آئے ان کو توڑ کر دیکھا گیا تو ان میں اُلو

کے ناخون نکلے۔۱۲

کرامات

سخاوت علی سنگرامئو ضلع جونپور نے بڑے باباصاحب کے عرس ۲۴؍اکتوبر ۱۹۸۴ء میں بیان کیا کہ ایک مرتبہ باباصاحب سنگرامئو میں مقیم تھے۔ایک نائن پانی پر دم کرواکر لے جارہی تھی راستہ میں کچھ برہمن اور ٹھاکر بیٹھے ہوئے ملے انھوں نے اس سے کہا خبردار اگر ایک مسلمان کا جھوٹا پانی تو نے استعمال کیا تو ہمارے گھروں میں مت آنا اس عورت نے ڈر کے مارے اس پانی کو نابدان (گندی نالی) میں پھینک دیا اس کے بعد وہ دیوانی اور پاگل ہوگئی اسی حالت میں اس کی موت بھی ہوگئی۔

داتادین کلوار کی عورت بوڑھی ہوگئی تھی اس نے رو رو کر بڑی عاجزی کے ساتھ باباصاحب سے کہا سرکار دعا کیجئے ہمارا ابھی چراغ روشن ہو حضرت باباصاحب کو اس پر رحم آگیا فرمایا جاؤ۔ اللہ پاک تمہیں بھی اولاد عطا کرے گا یکے بعد دیگرے اس کے دو بچے ہوئے جب کہ اس عورت سے بچہ ہونے کی کسی کو بھی امید نہ تھی۔ بچے اب بھی موجود ہیں۔

ایک انوکھی کرامت

بموقع عرس ۲۲؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کو دلمیر خاں ساکن ہری ہرپور ضلع رائے بریلی نے بیان کیا کہ میرا اکلوتا بیٹا غلام رسول بہت سخت بیمار ہوگیا رات کے وقت میری بیوی نے آواز دی اور میں نے اندر جاکر بچے کو دیکھا تو نبض بند تھی اور بدن ٹھنڈا ہوگیا تھا میں نے سمجھ لیا کہ بچہ ختم ہوگیا ہے۔ اس کو میں نے گود میں لیکر کہا کہ تم کئی رات سے جاگتی ہو سو جاؤ ہم بھیا کو لئے رہیں گے یہ کہہ کر آنگن میں چلا آیا جب بیوی سوگئی ہم نے بچے کو چارپائی پر لٹا کر دو رکعت نماز پڑھی اور دعائیں مانگتا رہا کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ایک روشن قندیل میرے آنگن میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ روشنی انسانی شکل میں تبدیل ہوگئی۔

میں نے ان بزرگ سے عرض کیا حضرت آپ دعا کیجئے کہ اللہ پاک میرے بچے کو لوٹا دے انھوں نے بچے پر
دم کیا اور بچہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور وہ قندیل اسی طرح واپس چلی گئی۔ کچھ عرصہ بعد جب میرا آنا بھیکی پور ہوا
تو حضرت بابا صاحب کو دیکھتے ہی میرے حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ انھیں بزرگ نے میرے بچے کو
باذن اللہ اچھا (زندہ) کیا تھا۔ جب میں سلام کرکے بیٹھا تو آپ نے پوچھا غلام رسول اچھا ہے؟ ـــ
قربان جاؤں ایسی ہستی کے۔ اس سے پہلے ہم یا ہمارے گھر والوں نے کبھی حضرت بابا صاحب کو دیکھا بھی نہ تھا۔

مار دے بم

ماسٹر حاجی زندہ حسن صاحب عارف سہارنپوری کا بیان تحریری ہے کہ
۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کو قبلہ جناب بابا عبدالصمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھیکی پوری
سہارنپور میں مقیم تھے۔ شب میں گیارہ بجے ہوں گے کہ قبلہ حضرت بابا صاحب کے سامنے انکے مریدین
حافظ محمد اختر، قاری نور، محمد اکرم، ماسٹر زندہ حسن داؤد انصاری وغیرہ اور دیگر سہارنپور کے لوگ
اپنی اپنی بپتا سنا رہے تھے کہ یکایک قبلہ بابا صاحب نے غصہ میں کہا مار دے بم گرا دے بم، لوگ
گھبرا گئے کیا ہو گیا، کیا بات ہے؟ حضرت بابا صاحب کو غصہ کیوں آیا؟ چہرہ غصہ سے تمتما گیا
خدا گواہ ہے کہ آپ کا نورانی چہرہ غصہ میں اور بھی سرخ و سفید ہو گیا۔ حافظ محمد اختر صاحب نے فوراً
وہاں سے لوگوں کو ہٹا دیا، گھبراہٹ کے عالم میں سب اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے ہمت کر کے ماسٹر
زندہ حسن نے عرض کیا بابا بمباری سے بڑا نقصان ہو گا بہت سے لوگ مر جادیں گے بڑی پریشانی
ہو گی۔ چونکہ بابا صاحب پر جلال کا عالم طاری تھا فرمایا اب برداشت نہیں ہوتا مار دے بم مار سالے کو...
...گرا دے بم .... ماسٹر زندہ حسن صاحب نے پھر عرض کیا بابا ہم لوگوں کا کیا حال ہو گا
آپ نے فرمایا تمہارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ مار مار سالے کو نہیں مانتا۔
اس وقت کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہندوستان و پاکستان کے

کے درمیان جنگ چھڑ گئی ہے، بم باری ہو رہی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا دی تمام احکامات پہلے صاحبِ ولایت بزرگ کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں بعد میں ان کا ظہور ہوتا ہے۔

حج بیت اللہ شریف کا حکم دینا

ماسٹر حاجی زندہ حسن صاحب عارف کا بیانِ تحریری ہے کہ ایک شب پیر و مرشد حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں نیاز دیتے ہوئے حکم دیا کہ حج کو جاؤ! میں نے عرض کیا کہ حضرت ابھی تو انتظام بھی نہیں ہے۔ پہلے تو دو جوان لڑکیاں ہیں ان کی شادی کرنی ہے کاروبار کون دیکھے گا۔ لڑکے ابھی بچے ہیں ان کو کون سنبھالے گا اس پر قبلہ بابا صاحب نے فرمایا۔ کیا تو ان کو پالتا ہے اگر تو مر گیا تو کون ان کو دیکھے گا، کون سنبھالے گا اس پر میری آنکھ کھل گئی۔ پیر و مرشد کے حکم سے دل میں ایک لگن سی لگ گئی۔ سبحان اللہ ۱۹۷۱ء میں حج کو روانہ ہوا میری واپسی تک سارے کام بڑی خیر و خوبی سے چلتے رہے اور حج بھی ہو گیا۔

حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علمائے دین کی آمد

حضرت بابا صاحب کے صاحبزادے مولانا جلال الدین تاجی صاحب عرف جلو میاں کی ابتدائی تعلیم جناب رشید احمد صاحب عرف حافظ مُلّھن (خطیب و امام جامع مسجد و عید گاہ قصبہ جائس) کے مدرسہ میں ہوئی تھی اور سند الفراغت مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے حاصل فرمائی تھی۔ چونکہ حافظ صاحب حضرت بابا صاحب کے طالبین میں سے تھے اس لئے ان کے مدرسہ کے مدرسین بھی بابا کے یہاں برابر حاضری دیتے رہتے جن میں مخصوص حضرات یہ ہیں۔

۱۔ امام النحو حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی صاحب قبلہ میرٹھی۔

۲۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب قبلہ گورداس پوری۔

۳۔ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب۔

۴۔ مناظر اہل سنت حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپور۔

۵۔ مولوی فرید احمد صاحب جائسی۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین)

یہ تمامی حضرات جلو میاں کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب، محبوب ملت حضرت مولانا محبوب علی صاحب، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب، حضرت مولانا ارشد القادری صاحب، حضرت مولانا ایوب القادری صاحب، حضرت مولانا محمد سلیم القادری صاحب سلطانپوری، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب اعظمی عزیزی، حضرت مولانا محمد انور صاحب اعظمی وغیرہم۔

بروایت و بمشاہدہ جناب حاجی رشید الزماں خانصاحب

تعرف راوی حاجی صاحب مذکور موضع بھیکی پور کے بڑے زمینداروں میں سے تھے۔ حضرت باباصاحب سے عمر میں ۱۵؍سال چھوٹے تھے۔ حاجی صاحب کی بھتیجی مسماۃ شمس النسار کی شادی حضرت باباصاحب کے بھتیجے حاجی محمد نظام الدین ناجی سجادہ نشین سے ۱۹۲۶ء میں ہوئی تھی جس کے بطن سے وحیدالدین و حمیدالدین ہیں۔ میلہ کے زمانے میں حاجی صاحب کی عمر ۱۶؍۱۷؍سال کی تھی۔ نوجوان جماعت میں سرغنہ مانے جاتے۔ اکثر کاموں میں حضرت باباصاحب ان کی ڈیوٹی لگایا کرتے۔ حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ۱۹۲۵ء سے شروع ہوا۔ جب سے ہمیشہ انتظامات عرس بالخصوص لنگرخانہ کا کام بڑی ذمہ داری سے انجام دیتے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۴؍اگست ۱۸۹۷ء مطابق ۴؍ربیع الاول ۱۳۱۴ھ ہے۔ تاریخ وفات ۲۳؍دسمبر ۱۹۸۵ء مطابق ۱۰؍ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ بروز دوشنبہ۔

عمر

مطابق عیسوی ۸۸؍سال ۴؍ماہ ۱۹؍دن

مطابق ہجری ۹۲؍سال ۱؍ماہ ۶؍دن

قبل میلہ حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بچپن میں علی رضا تھا۔ چودھری دلکی کہے جاتے تھے۔ شیخ نسب تھا۔ یہ لوگ چودھری رئیس قصبہ انہونہ کے قریبی خاندانی ہیں۔ ان کے مورث شاہی زمانہ میں قصبہ انہونہ کے قاضی مقرر ہوتے تھے انہونہ، کٹھورا اور ستھن کے چودھری ایک ہی خاندان کے ہیں۔ چودھری عابد علی ستھنوی کی شادی مسماۃ رسولن بی بی دختر پیر غلام صاحب زمیندار موضع بھیکی پور کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن سے حضرت باباصاحب

پانچ بھائی تھے۔ پیر غلام صاحب نے اپنی جائداد ان پانچوں بھائی اور چار ان کے خالہ زاد بھائی کے نام ۱۹۰۲ء میں ہبہ لکھدیا تھا۔ جس پر یہ لوگ قابض ہیں۔ حضرت بابا صاحب بچپن ہی سے روزہ نماز کے بڑے پابند تھے۔ ناچ و تماشہ کی محفلوں سے الگ رہتے، مذہبی آدمیوں میں بیٹھتے اور بزرگان دین سے ملاقات کا بڑا شوق تھا۔ کالی داڑھی چھریرا بدن خوبصورت چہرہ دیدہ زیب تھا۔

یہ ہمارے بچپن کی بات ہے کہ جب میرے گاؤں میں رسم تھی کہ محرم کی دسویں تاریخ کو صبح کے وقت تعزیہ کے چبوتروں کے چاروں طرف گڈھے کھو دے جاتے۔ جس میں منتی بکرے جو گاؤں وباہر سے آتے تھے ذبح کئے جاتے پھر پانچ علم اور باجے چبوترہ کے گرد سات چکر لگاتے ہر گڈھے کے خون میں علم کے پنجے کی نوک (انی) ڈبوئی جاتی۔ اس رسم کو روکنے کے لئے حضرت بابا صاحب نے بڑی زوردار تقریر کی اور اس کی تائید حضرت سید شاہ علی نقی صاحب اشرفی جائسی نے کی۔ جب سے یہ رسم ختم ہو گئی۔

چونکہ حضرت بابا صاحب کی طبیعت دنیادی کاروبار میں نہ لگتی تھی اس لئے کئی بار لاپتہ رہے خبر ملنے پر گھر کے لوگ تلاش کر کے لے آئے۔ نوجوانی میں ہی برہما چلے گئے وہاں پر محکمہ بندوبست میں ملازمت اختیار کرلی۔ کچھ دنوں بعد نوکری چھوڑ کر تمباکو کی دوکان کھولی پھر رنگون سے مال لاکر کلکتہ میں بیچتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد سب چھوڑ کر ایک بزرگ کی خدمت میں رہنے لگے پھر وہاں سے بھی لاپتہ ہو گئے خبر ملنے پر ان کے بھائی کلکتہ گئے اور تلاش کر کے گھر لائے۔ کچھ دن گذرنے کے بعد ناگپور بندوبست محکمہ سے برہما میں ایک ساتھ کام کرنے والے کے بلانے پر آپ ناگپور گئے۔ وہاں پھر ملازم ہو گئے۔

یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ بجائے ناگپور کے

بمقام واکی شریف میں قیام فرماتھے۔ اور آپ کی کرامت و بزرگی کی شہرت قرب و جوار کے علاوہ دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کا تذکرہ سن کر حضرت باباصاحب نے کئی آدمیوں کے ساتھ اتوار کی چھٹی میں حضرت باباتاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سب سے پہلی حاضری ۱۹۱۲ء میں واکی شریف کے جنگل میں دی تھی۔ جیسے ہی حضرت باباصاحب کا سامنا ہوا آپ نے ارشاد فرمایا "آگئے ہو حضرت"، "بڑا انتظار تھا۔ پھر تو کئی بار آپ نے حضرت باباصاحب کی خدمت میں حاضری دی۔ اسکے بعد نوکری سے استعفیٰ دیکر مستقلاً خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ کچھ دن آپ عبادت وریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہے۔

ایک دن حضرت باباتاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت باباعبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو کنعانی ندی کے اس پار نالہ کے کنارے ایک جھاڑی کے پاس بٹھا کر ارشاد فرمایا "یہیں بیٹھے رہو" حضرت اللہ اللہ کرتے۔ وہاں پر آپ کو کیا کچھ ملا، دینے والا جانے یا پانے والا جانے۔

لیکن ایک دن جب آپ پیر و مرشد کی قدمبوسی کو حاضر ہوئے تو باباصاحب نے آپ کو عَبْدُ الصَّمَد کہہ کر مخاطب کیا اور ارشاد فرمایا گھر جات ہو۔ حضرت اپنی فوج میں رہتے اور جغرافیۂ ہند پڑھتے پھر ایک چٹکی خاک زمین سے لے کر منہ میں ڈال دی اور کہا شکر ہے فکر۔ چیونٹیاں بہت دوڑیں گی۔

میلہ بحکم پیر و مرشد حضرت باباتاج الدین تاج الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت باباعبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن بھیکی پور تشریف لائے۔ اپنے مکان کے اندر ایک کوٹھری میں کچھ بتاشہ اور ایک گھڑا پانی لے کر چلّہ کشی کے لئے بیٹھ گئے جس کی شہرت دور دور تک پھیلتی گئی۔ چالیس دن پورا کرنے کے بعد آپ مکان سے باہر تشریف لائے تو اس وقت دروازہ پر

گاؤں و باہر کے بہت سے زائرین جمع تھے ۔ حضرت بابا صاحب نے کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا جو حاضرین کو پلایا گیا ۔ پھر تو کسی کو ذرہ بھر تکلیف ہوئی پانی لے کر کھڑا ہے ۔ جدھر دیکھو کوئی نہ کوئی پانی لئے چلا آرہا ہے ۔ ہر درد کی دوا پانی ۔ اور وضو کرنے میں پانی گرنے کی جگہ کی مٹی ۔ ہر ایک قسم کے مرض اور درد و تکلیف میں پینے کے لئے پانی اور لگانے کے لئے مٹی استعمال کی جاتی اور مریض شفایاب ہو جاتا اطراف اسپتال تلوئی جائس و مہراج گنج حیدر گڑھ اور نہال گڈھ وغیرہ کے ڈاکٹروں نے رپورٹ بھیجدی تھی کہ جب سے بھیکی پور کا میلہ چلا کوئی مریض نہیں آتا ۔ اس پر سرکاری طور پر پانی و مٹی کی جانچ بھی کرائی گئی ۔ رفتہ رفتہ شہرت بڑھتی گئی اور دور دور سے آدمی بھی آنے لگے ۔ یہاں تک کہ کلکتہ سے بمبئی ، برہما ، کابل بلکہ عرب و ایران تک کے لوگ اس چھوٹے سے گاؤں بھیکی پور میں آ گئے ۔ پندرہ بیس ہزار آدمیوں کا مجمع ہر وقت جمع رہتا ، آنے جانے والوں کا تانتہ بندھا رہتا ۔ جس کا سلسلہ سال ڈیڑھ سال تک رہا ۔ اٹھارہ مسلم ہوٹل کھانے کی دو کانوں میں ہر وقت کھانا تیار رہتا پانی لے جانے کے لئے مٹی کے برتنوں کے علاوہ ٹین کے ڈبے بنانے والے بہت سے کارخانے قائم ہو گئے ۔ گیارہ سو بیل گاڑیوں پر ڈسٹرک بورڈ کا ٹیکس لگا ہوا تھا جو جائس اسٹیشن سے مسافروں کو لاتی تھیں ۔ اس کے علاوہ ذاتی سواری یکہ ، تانگہ وغیرہ اور پیدل آنے والوں کا شمار نہ تھا ۔ پولیس چوکی قائم ہو گئی تھی جو میلہ کے انتظام کے ساتھ خاص طور پر اسی مقام پر ڈیوٹی دیتی جہاں حضرت بابا صاحب کے پاس پہونچنے کے لئے خلقت کا اژدہام ہوتا ۔ طریقہ یہ تھا کہ بانس و بلیوں سے ایک لمبا راستہ بنایا گیا تھا ایک ہی قطار میں چل کر یکے بعد دیگرے لوگ حضرت بابا صاحب کے تخت کے پاس پہونچتے ۔ بابا صاحب کچھ پڑھ کر پانی پر دم کرتے یعنی پھونک مارتے یا برتن میں انگلی سے پانی کو صرف چھو دیتے پھر دوسری طرف سے لوگ نکل جاتے ۔ وہیں پر ایک

اونچے مقام پر کھڑے ہوکر ایک آدمی بالخصوص واجد خاں ترکیب بتاتے کہ یہ پانی اور وضو کی مٹی کس مرض میں کس طرح استعمال ہوگی۔ کبھی کبھی دَم کیا ہوا پانی کنوئیں میں ڈال دیا جاتا پھر اسی سے لوگ بھر کر لے جاتے۔

رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ میلہ کے اندر چوری، گرہ کٹی، رہزنی، بدفعلی وغیرہ سننے میں نہ آئی بلکہ روپیہ پیسہ کپڑا زیور وغیرہ بڑی سے بڑی مالیت کی چیزیں جو میلہ یا راستہ میں گر جاتیں۔ یا چھوٹ جاتیں پانے والے لوگ اس کو لاکر حضرت بابا صاحب کے سامنے پیش کرتے اس کا اعلان ہوتا جس کا مال ہوتا لے جاتا۔

بلاتفریق میلہ کے اندر ہر قوم و ملت ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھی قسم کے لوگ برابر آتے رہتے۔ دیوانہ، پاگل ہر قسم کے بیمار اور آسیب زدہ کے علاوہ بہت سے ڈھونگی، مکّار اور فریب کار بھی آئے۔ بیمار کو پانی سے شفا ہوتی، فریب کار کی کوڑوں سے خبر لی جاتی۔ بہت سی بزرگ ہستیاں اور فقرا بھی نظر آتے رہے۔

کلنکی اوتار یا امام مہدی

ایک دن میلہ میں خبر گونجی کہ جائس اسٹیشن سے ایک آدمی آرہا ہے جو اپنے کو کلنکی اوتار بتاتا ہے۔ شاہ مئو پھر موہن گنج سے یہ خبر آئی کہ انگلی کے اشارے سے وہ سورج کو گھما کر دکھا دیتا ہے۔ کئی دن کے بعد وہ میلے کے قریب آکر ٹھہر گیا اور پیغام بھیجا کہ میں اتنی دور سے آگیا اب شاہ صاحب میری تعظیم کو آئیں۔ کچھ آدمی گئے اور کسی نہ کسی طرح سمجھا بجھا کر اس کو حضرت بابا صاحب کے پاس لے آئے۔ لمبا سیاہ لبادہ پہنے ہوئے بڑی آن بان سے بابا صاحب کے برابر تخت پر بیٹھ گیا اور باتیں ہونے لگیں جب اس نے اپنے کو امام مہدی کہا تو حضرت بابا صاحب کو جلال آگیا۔ کوڑے لے کر مارنا شروع کردیا

پھر کیا تھا فوجی پنشنر واجد خان نے اس کو اس قدر مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ دوسرے دن پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں چلا گیا۔

جادوگرنی

ایک دن خبر آئی کہ گاؤں کے پورب آم کے پیڑ پر بیٹھی ہوئی ایک عورت بیہودہ الفاظ بک رہی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کے پاس بھیڑ لگ گئی اتفاق سے واجد خاں بھی وہاں پہونچ گئے۔ وہ کہہ رہی تھی گاؤں کو پھونک دیں گے۔ جلا کر بھسم کر ڈالیں گے۔ کوئی ہم کو کیا سمجھتا ہے۔ واجد خاں نے بڑی نرمی سے اس سے باتیں کیں۔ اور راضی کر کے اپنے دروازے پر لے آئے۔ ان کے صحن میں املی کا پیڑ تھا اس کی شاخ پکڑ کر بہت سی پتیاں لے کر کہا کہ لے اور ان کے دامن میں ڈال دیا وہ سب اشرفیاں ہو گئیں پھر تو میلے میں خوب کمائی ہونے لگی۔ کسی کو مٹی دے سونا ہو جاتا کسی کو پتی دے نوٹ ہو جائے۔ کسی کو کچھ دیا کسی کو کچھ دیا لیکن دوسرے دن پھر وہی مٹی وہی پتی ہو جاوے اس کی شعبدہ بازی کی شکایت باباصاحب سے کی گئی۔ پھر پکڑ کر سامنے حاضر کی گئی جو چیزیں اس کے پاس موجود ملیں لوگوں کو واپس دلائی گئیں۔ بہت سے لوگوں کو پیسے بھی واپس ملے۔ بہت مار پڑی رات ہی میں فرار ہو گئی۔

گدڑشاہ

یہ ایک اچھے قد و قامت کا آدمی تھا جو ایک لبادہ لمبا چوڑا کرتا جس میں قسم قسم کے رنگ برنگ کے چیتھڑے نکلے ہوئے تھے پہن کر میلہ میں کسی جگہ مرگ چھالہ (ہرن کی کھال) بچھا کر بیٹھ جاتا اور ڈانٹ پھٹکار کر لوگوں سے پیسہ وصول کرتا۔ دن میں مانگتا رات کو خوب فیشن کے ساتھ نظر آتا اس کی شکایت باباصاحب تک پہونچی پکڑ کر خوب پیٹا گیا پھر لاپتہ ہو گیا۔

نانگا کا قصہ

ایک سادھو اور اس کے کچھ چیلے میلے میں دھونی لگا کر رہنے لگے ایک دن جب میلاد کی شیرینی تقسیم ہوئی تو ان سادھوؤں نے بتاشہ (شیرینی) لیکر

دھونی (آگ) میں ڈال دیا۔ اس پر کچھ آدمیوں نے کہا اگر تمہیں نہیں کھانا تھا تو نہ لیتے آگ میں کیوں ڈال دیا۔ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ ہم اگنی دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک چیز ان کو کھلا کر کھاتے ہیں۔ کچھ بتاشے جوان کے ہاتھ میں تھے کھالئے بات ختم ہوگئی۔ چند روز بعد میلے سے باہر فتح پور کے پاس اونچے بھیٹے پر مڑھی بنا کر رہنے لگے۔ اور میلے میں آنے والے ہندوؤں کو آنے سے روکتے برا بھلا کہتے گالیاں بھی دیتے تھے۔ اس کی شکایت حضرت باباصاحب سے کی گئی آپ نے فرمایا صبر کرو غیب سے انتظام ہوگا۔ ایک دن ان کی بدزبانی پر فتحپور مدرسہ (کالج) کے طالب علم اور میلہ والوں نے انھیں مارتے مارتے لہولہان کر دیا اور ان کی ڈھی بھی جلادی اس کے بعد وہ لوگ یہاں سے چلے گئے۔

مڑاری شاہ

اس علاقہ وخطہ کے بہت سے لوگ مڑاری شاہ کی فقیری و بزرگی کے عقیدت مند ہیں جب کہ وہ گانجہ و بھنگ اور چرس کے بہت عادی تھے اکثر آنے والوں سے بڑی بداخلاقی و بدزبانی سے بھی پیش آتے باوجود ان سب باتوں کے ان سے بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہوئیں وہ کیا اور کیسے تھے وَاللہُ اعلم بالصواب۔

میلہ میں مڑاری شاہ بھی آیا کرتے تھے کبھی کبھی باباصاحب کی مخالفت کی باتیں بھی کیا کرتے ایک دن گاؤں کے نوعمر لڑکوں نے ان کو اینٹوں اور ڈھیلوں سے مارنا شروع کیا یہاں تک بھگاتے ہوئے انہیں راجہ پور تک لے گئے۔ چاندگڑھ مزرع موضع یوسف نگر میں مڑاری شاہ کا باغ اب بھی موجود ہے۔ چونکہ اس زمانے میں فتح بہادر خان تعلقہ دار ریاست بہوہ کے اہل خاندان زمینداران موضع بھکی پور اور فتح بہادر کے نواسے امیر حیدر خاں کے درمیان ریاست کی بابت مقدمہ چل رہا تھا اس لئے امیر حیدر خاں نے مڑاری شاہ کی کوٹی اور نانگا کی مڑھی بنوا کر میلہ کی مخالفت پر

ان لوگوں کو مقرر کیا تھا۔

اُرک کٹ بابا

ایک فقیر سانولا رنگ چھوٹا قد لنگی باندھے ننگے بدن کالی کملی کندھے پر ڈالے میلہ میں گھوما کرتے۔ نہ کسی سے لینا نہ باتیں کرنا، عالم جذب میں زوردار نعرہ لگاتے۔ ارک کٹ جھن جھن جھن میرے پیارے امام میرے پیارے حسین کہہ کر رونے لگتے۔ نعرہ لگاتے ہوئے گول دائرہ میں چکر لگاتے۔ ایک دن تالاب سے پورب کنارے ایک باغ میں ایک مرد ایک عورت سے کچھ رازداری کی باتیں کر رہا تھا اتفاق سے یہ بھی اس جگہ جانکلے ارک کٹ نعرہ لگانے لگے اس شخص نے ان کو وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن اپنی دھن میں مست تھے نہ ہٹے۔ پر اس نے ان کو بہت مارا یہ روتے ہوئے تب کملی کا کونا پکڑے ہوئے زمین پر گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ جب خبر ملی کہ وہ شخص درد شکم میں لوٹتے لوٹتے ختم ہوگیا۔ اب کملی کندھے پر رکھی۔ پھر تو لوگ ان سے بہت ڈرنے لگے یہ میلہ کے بعد بھی گاؤں میں بہت دنوں تک رہے ۱۹۱۴ء میں حضرت بابا صاحب جب اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کو ناگپور جا رہے تھے ارک کٹ بھی ساتھ تھے لوگوں کا کہنا ہے کہ راستہ میں ایک چھوٹا اسٹیشن جہاں پر صرف دو تین منٹ ہی گاڑی ٹھہرتی تھی ارک کٹ اتر کر ایک طرف کو چل دیئے کچھ دیر بعد آتے ہوئے نظر آئے قریب آکر ارک کٹ مستی میں آگئے گاڑی پر بیٹھے ہوئے ساتھی ہاتھ سے اشارہ کرتے زور زور آواز دیتے لیکن کون سنتا ہے۔ لوگ سمجھے کہ ان کا ساتھ چھوٹ جائے گا لیکن جب ان کو فرصت ملی اور آکر اطمینان سے گاڑی میں بیٹھ گئے تب گاڑی چلی۔

مجذوب

ٹھاکر اندر پال سنگھ ساکن مرزا گدھ، کو ان کے گھر والے پاگلوں کی طرح بانس میں باندھ کر حضرت بابا صاحب کے پاس لائے حضرت بابا صاحب

نے دم کر کے پانی پلایا اور انگوٹھا کھول دیا کچھ دن میلہ میں گھومتے رہے پھر ان کو بابا صاحب کی طرف سے سادہ کاغذ قلم دوات اور روشنائی ملتی اور یہ سارا دن لکھا کرتے جو کسی کے پڑھنے یا سمجھنے میں نہ آتا تھا بعد میلہ جب حضرت بابا صاحب حضرت بڑے بابا صاحب کی خدمت میں جانے لگے تو ٹھاکر اندر پال سنگھ اور کئی رم کاغذوں کے بنڈل ساتھ گئے۔ جب یہ لوگ حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بابا صاحب نے ارشاد فرمایا "حساب ہوگیا ہو حضرت" ہاں ٹھیک ہے رکھ دو۔ اس رمز سے کوئی واقف نہ ہو سکا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ٹھاکر صاحب پاگل نہیں مجذوب تھے جو کسی باطنی خدمت پر مامور تھے۔

مٹھو قوال

میلہ کے زمانے میں کڑے مانک پور کا مٹھو قوال عرصہ تک مقیم رہا۔ جو تنہا کسی ساز کے بغیر گایا کرتا تھا۔ اس کا گانا حضرت بابا صاحب کو بہت پسند تھا۔ اکثر اوقات چہرے کا رنگ بالکل سرخ ہو جاتا اور سارا بدن تھر تھر کانپنے لگتا تھا کبھی کبھی کھڑے بھی ہو جایا کرتے تھے اور اللہ کا ضرب لگایا کرتے۔ مٹھو قوال زیادہ تر یہ گایا کرتا تھا۔

مدینہ گر صبا جائے تو یوں کہنا پیمبر سے
کہاں تک تیرا عاشق تیرے دیدار کو ترسے

تڑپتے لوٹتے ہیں اس قدر ہجر پیمبر میں
ہمیں سے کوئی پوچھے یا ہمارے قلب مضطر سے

یہ کہہ دو ابر باراں سے اگر برسے تو یوں برسے
کہ جیسے مینھ برستا ہے ہمارے دیدۂ تر سے

نبی کے دشت کے کانٹوں پہ رضواں سونے والا ہوں
مجھے ہوتی ہے وحشت خلد میں پھولوں کے بستر سے

کتے کا واقعہ

حاجی صاحب کا بیان ہے کہ میلہ کے ابتدائی زمانے میں یہ عالم تھا کہ کوئی بھی آدمی خواہ کیسی ہی ضرورت سے کہیں بھی جاتا. جاتے وقت حضرت بابا صاحب کے دروازے سے ہو کر گذرتا گھنٹہ دو گھنٹہ ضرور ٹھہرتا اسی درمیان کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت بابا صاحب کے صحن کے دروازہ نیم کے پاس ایک لاغر کمزور کتا بے دم پڑا تھا کوئی کہتا مر گیا، کوئی کہتا ابھی جان باقی ہے. اس وقت حضرت بابا صاحب نے پانی دے کر کہا یہ پانی اس کے منھ میں ڈال دو جیسے ہی اس کے منھ پر پانی پڑا وہ اٹھ کر ایک طرف کو بھاگ گیا. عام شہرت ہوتی چلی گئی کہ بابا صاحب نے اللہ کے حکم سے مردہ کتے کو زندہ کر دیا۔

آپ کبھی مرعوب نہ ہوئے

حاجی صاحب کا بیان ہے کہ میں بچپن سے دیکھتا چلا آیا کہ حضرت بابا صاحب کبھی حکامان سرکاری، راجہ مہاراجہ، مولوی عالم، پیر فقیر، غرض کہ بڑی سے بڑی شخصیت سے بھی کبھی مرعوب نہ ہوتے بلکہ عہد میلہ سے تاحیات آپ کے برابر ایک ہی پلنگ پر کسی کو بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ سادات کرام بالخصوص مخدوم زادگان اشرفیہ کچھوچھہ و جائس شریف کا بڑا احترام کرتے تھے۔

یہ تاج الدین کا لنگر ہے یہاں قانون نہ چلے گا

ایک مرتبہ منتظمین عرس نے باہم مشورہ سے

یہ طے کیا کہ حضرت بابا صاحب کے مریدین کو جہاں وہ ٹھہرے ہوں وہیں پر کھانا پہونچا دیا جائے بعد میں عام لوگوں کو بھی کھلا دیا جائے گا۔ چنانچہ میں نے ۲۶ محرم کی دوپہر سے لکھنا شروع کیا آپ کا کیا نام ہے، کہاں سے آئے ہیں؟ کتنے آدمی ساتھ ہیں۔ کس مقام پر ٹھہرے ہیں۔ لکھنے کی جگہ پر ہجوم بڑھتا گیا۔ لکھنا دشوار ہو گیا یہاں تک کہ عشاء کا وقت آ گیا۔ ادھر کسی آنے والے سے بابا صاحب نے پوچھا کھانا کھا چکے اس نے جواب دیا ابھی تو لکھا جا رہا ہے۔ حضرت بابا صاحب نے پوچھا کیا لکھا جا رہا ہے اس نے جواب دیا کہ نام (چٹھا)۔ کہاں لکھا جا رہا ہے، بتایا باورچی خانہ میں۔ آپ خانقاہ سے اٹھ کر لکھنے کی جگہ پہونچے اور ناظمین لنگر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا دیر مت کرو سب کو ایک ساتھ کھلاؤ۔ جو بھی آیا ہے سب تمہارا مہمان ہے جس کو مجبت ہو گی تکلیف اٹھا دے گا پھر بھی آوے گا۔ یہ تاج الدین کا لنگر ہے یہاں قانون نہ چلے گا۔

جلالی کیفیت

ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب نے ناظمین عرس کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ مجذوب تھے ان پر شریعت لاگو نہ تھی۔ گورنمنٹ کے قانون سے مبرّا تھے۔ تمہارا بنایا ہوا کوئی قانون قاعدہ ان کے معاملہ میں نہ چل پاوے گا اس بات کا بھی خیال رکھو کہ اس مجمع میں اہل اللہ کا گروہ بھی ہوتا ہے۔ کسی کو حقیر کا مت کرو کہ تمہیں اس کا علم نہیں کہ کون کس حال میں ہے۔ اس پر مجبوری پیش کی گئی کھانا کھلانے کے لئے لائن بنانے میں شیرینی تقسیم کرنے میں محفلِ میلاد و سماع میں لوگوں کو بٹھانے میں گاگر و چادر و تبرکات کے گشت میں، غرض کہ اتنے بڑے مجمع کے انتظام میں کسی نہ کسی جگہ کچھ نہ کچھ سختی سے پیش آنا ہی پڑتا ہے اور آپ نے ہم لوگوں پر ڈر غالب کر دیا آپ نے ارشاد فرمایا انتظاماً جیسا مناسب سمجھو کرو کسی سے ڈرو مت کسی کی بد دعا نہیں لگے گی جو بد دعا کرے گا

خود ہی مارا جاوے گا۔ تاج الدین کا مرتبہ بہت بڑا ہے ۱۲۔

تجربہ

حاجی صاحب اب تک بمطابق ہجری ۶۱ عرس حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ۱۹ حضرت بابا صاحب کے عرس کے موقع پر بحیثیت مہتمم لنگر خانہ کا کام کرتے چلے آرہے ہیں ان کا تجربہ ہے کہ جب بھی منتظمین لنگر نے یہ سمجھا کہ اب یہ کھانا اس وقت کے لئے کافی ہے یقیناً وہ ناکافی ثابت ہوا اور جب لوگوں کی نگاہ میں آیا کہ کھانا کم اور کھانے والے زیادہ ہیں تو ہمیشہ کھانا بچ گیا۔ ۱۲

حیرت انگیز برکت

ابھی چند سال ہوئے کہ محرم کی چھبیسویں[۲۶] کو شام کیوقت دو محفل میں سارا چاول ختم ہوگیا۔ چھ دیگ پھر چڑھا دیئے گئے۔ دو دیگ چاول چادر پر پلٹ کر پھر کھلانا شروع کیا گیا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے اور دینے والوں کو دیا جاچکا تو بچا ہوا چاول پھر دیگوں میں پلٹ دیا گیا تو یہ دیکھ کر لوگوں کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ دیگیں بچے ہوئے چاول سے بھر گئیں تعجب ہے اتنی دیر تک پکار پکار کر کھانا کھلایا گیا پھر بھی چھ دیگیں بچے ہوئے چاول کی سامنے موجود ہیں۔ ۱۲

حیرت کی ایک اور بات

حاجی صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال میں نے اپنے گنے کے کھیت میں خربوزہ بو دیا تھا جس کی نگرانی میں خود ہی کیا کرتا تھا خوب پھل آئے اسی درمیان عرس آگیا کئی دن تک کھیت دیکھنے کی فرصت نہ ملی بعد عرس جب میں کھیت پر گیا تو دیکھا کہ بڑے بڑے اور اچھے خربوزوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ رڈی قسم کے تھوڑے باقی رہ گئے ہیں اس کے علاوہ سب توڑ لئے گئے مجھے بہت افسوس ہوا دل ہی دل میں کہتا کہ بابا صاحب مجھے تو محنت کا صلہ خوب ملا ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے

بڑے لڑکے محمد اقبال خاں کھیت پر آئے۔ میں نے ان سے کہا میرے دو تین دن کھیت پر نہ آنے سے سارے خربوزے ٹوٹ گئے۔ جب وہ کھیت میں داخل ہوئے کہا ابا جان آپ نے ٹھیک سے دیکھا ہی نہیں سب موجود ہیں۔ میں نے بھی دیکھا تو سب موجود تھے جب کہ اس سے قبل میں نے ہر جگہ دیکھا تھا بلکہ پتیاں بھی اٹھا اٹھا کر میں نے دیکھا تھا۔ اس پر آج تک مجھے حیرت ہے۔

خواب

حاجی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت بابا صاحب کے وصال سے چند روز پہلے میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ بشکل ایک انسانی مجسمہ بہت لمبا، چوڑا اور موٹا سفید رنگ آسمان پر افق مشرق سے نمودار ہو کر آہستہ آہستہ پچھم کی طرف جا رہا ہے جسے دیکھ کر لوگ حیرت میں ہیں کہ آج تک ایسی کوئی چیز دیکھی نہ گئی۔ نہ تو بادل کا ٹکڑا ہے اور نہ ہوائی جہاز، وغیرہ مصنوعی کوئی چیز۔ ابھی یہ مجسمہ غروب بھی نہ ہوا تھا کہ دوسرا مجسمہ پھر اسی قد و قامت کا مائل بہ سیاہی نمودار ہوا اور دونوں افق مغرب میں غروب ہو گئے۔

تعبیر تب سمجھ میں آئی جب ۱۴ ر رمضان کو حضرت بابا صاحب اور ۲۱ ر رمضان کو میاں نعیم عطا شاہ صاحب سلونوی کا وصال ہو گیا۔

دیگر

جناب حافظ انوار الحق خاں صاحب (پسر حاجی صاحب) کا بیان ہے کہ جس زمانے میں حضرت بابا صاحب کا وصال ہوا اس وقت میں لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجمع کثیر کے جلوس میں راجہ شاہ مئو کے پھاٹک سے ایک بہت بڑا تعزیہ (جیسا اب تک کبھی نہ دیکھا گیا) نکالا جا رہا ہے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہی تعزیہ حضرت بابا صاحب کے پچھم والے پھاٹک سے اسی دھوم دھام سے اندر لایا جا رہا ہے۔ اب اسے بابا صاحب کے مکان (خانقاہ) کے صدر دروازے سے اندر داخل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن اتنا بڑا تعزیہ

کسی طرح اندر نہیں جا رہا اسی حالت میں آنکھ کھل گئی۔ دوسرے دن خبر ملی کہ حضرت بابا صاحب پردہ فرما گئے۔[۱۲]

محرّم میں آپ کی شرکت

چونکہ حضرت بابا صاحب کے دروازے کے سامنے عزادار کا مکان ہے اس لئے محرم کے سارے جلسے وجلوس آپ ہی کے صحن دروازہ پر ہوتے چلے آئے۔ مروجہ تعزیہ داری میں نہ تو آپ شامل ہوتے اور نہ کسی قسم کی مخالفت کرتے۔ محرم میں منتی بکروں کی قربانی کی رسم قدیم کو آپ نے پہلے ہی ختم کروا دیا تھا (جس کا تذکرہ لکھا جا چکا ہے) میلہ کے زمانے میں جو محرم آیا تھا اس میں آپ روزانہ سبیل کرتے رہے۔ دیگ میں گٹا، بتاشہ، جلیبی، لڈو وغیرہ ہر قسم کی مٹھائی ڈال دی جاتی جو نذرِ امام پلایا جاتا تھا۔

اس کے بعد ہمیشہ محرم میں سبیل و سوئم کے لئے نقد روپئے کے علاوہ حسب ضرورت لکڑی بھی دیتے تھے۔ جب کھچڑا (حلیم) تیار ہو جاتا فاتحہ ہوتے ہی فوراً بابا صاحب کے لئے بھیجا جاتا جسے آپ بڑے شوق سے کھاتے تھے۔

سوئم کی ابتدا

محرم ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں جناب مولانا جلال الدین صاحب تاجی نے بغرض ایصال ثواب (نذرانۂ عقیدت) شہدائے کربلائے معلیٰ ایجاد کیا۔ اسی وقت کے عاشورہ کے تیسرے دن بارہ تاریخ کو اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں نذرانۂ عقیدت ملاحظہ ہو۔

ختم قران شریف	متفرق پارہ	کلمہ شریف
۲۱۰	۹۱۸	۶۰۰۰۰

کھچڑا چھ دیگ ‏ ‏ ‏ جلیبی ۳۶ کلو

تنبیہ

غلام حسین خاں مرحوم جو بچپن سے حضرت باباصاحب کے پاس بہت بیٹھا
کرتے اور نماز و روزے کے پابند بھی تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ بعد نماز عشاء
حضرت باباصاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت باباصاحب نے مجھ سے پوچھا یہ باجہ کہاں بجتا ہے
میں نے کہا فتحپور میں ناچ ہے۔ باباہنس کر کہنے لگے تم بھی دیکھنے جاؤ گے میں نے کہا باباصاحب
میں ناچ دیکھتا ہی نہیں جب وہاں سے آکر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا طبیعت نہ مانی کچھ دیر بعد میں
فتحپور کی جانب چل دیا۔ چاندنی رات تھی۔ جب میں مرائی کے باغ کے پاس پہونچا کچھ فاصلہ
ایک سفید پوش آدمی نظر آیا کچھ اور قریب گیا تو حضرت باباصاحب کو ٹہلتے ہوئے دیکھ کر پیچھے کی
طرف پلٹا اور تیزی سے بھاگ کر گھر آگیا۔

دوسرے دن جب حضرت باباصاحب کے پاس گیا تو آپ نے پوچھا غلام حسین ناچ کیسی
تھی میں نے کہا حضرت آپ نے تو دیکھنے ہی نہیں دیا کیسے بتاؤں کہ کیسی تھی۔

شک کا ازالہ

غلام حسین خاں کا بیان ہے کہ ایک روز بعد عشاء حضرت بابا
صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ کیا بزرگان دین میں
یہ وصف بھی ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی جگہ موجود ہوں۔ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے
حضرت باباصاحب نے پوچھا غلام حسین کیا تم اتنے وقت عیدگاہ جاسکتے ہو۔ غلام حسین
جواب دیا ہاں بابا جاسکتا ہوں۔ پوچھا ڈروگے تو نہیں؟ کہا نہیں۔ حضرت باباصاحب
اچھا جاؤ۔ غلام حسین چل دیئے عیدگاہ جاکر دیکھا تو حضرت باباصاحب وہاں ٹہل رہے
یہ سمجھے کہ دوسرے راستے سے حضرت باباصاحب ہم سے پہلے آگئے ہیں۔ اس خیال سے وہ بہت
تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے خانقاہ پہونچے اور بابکے بابا خادم سے پوچھا باباصاحب کہیں

تو نہیں تھے۔ جواب ملا گئے تو کہیں نہیں لیکن تمہارے جانے کے بعد اب تک حقہ کی آواز نہیں آئی۔ جب غلام حسین باباصاحب کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا اب شک دور ہوگیا۔ کہا ہاں بابا۔۱۲

امیر پر غریب کو ترجیح

چچا سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت باباصاحب سلطانپور ماسٹر حمید اللہ عرف کریلا کے یہاں مقیم تھے۔ جائسی وکیل عبدالصمد صاحب اور ان کے بھائی عبدالباری دو تانگہ لے کر حضرت باباصاحب کے پاس آئے ایک پر ہم اور باباصاحب دوسرے پر سامان اور عبدالشکور خادم سب لوگ وکیل کے دروازے پر پہونچے ابھی بستر اتار کر رکھا ہی تھا کہ حضرت باباصاحب نے فرمایا سراج چلو یہاں سے یہاں نہیں ٹھہریں گے۔ وکیل صاحب جو ہم لوگوں سے پہلے پہونچ چکے تھے دوڑ کر آئے اور عرض کیا بابا ہم سے کیا خطا ہوئی جو آپ واپس تشریف لے جا رہے ہیں اس پر حضرت باباصاحب نے فرمایا ہمارے ساتھ بھوکڑ (کھانے والے) زیادہ ہوتے ہیں ہمارا گذارا یہاں نہ ہوگا یہ سن کر وہ دنگ رہ گئے بات یہ تھی کہ وکیل صاحب ہم لوگوں کے لئے تانگہ کا انتظام کر کے جب اپنے گھر پہونچے تو انکے یہاں بیٹھے کچھ دوست احباب آپس میں کہہ رہے تھے کہ بابا کے ساتھ بھوکڑ لوگوں کا گروہ ہوتا ہے۔ جن کا واسطہ صرف کھانے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں نہیں رکے۔

جب ہم واپس ہو رہے تھے تو عبداللہ تکیہ والے نے دوڑ کر حضرت باباصاحب کو سلام کیا اور بڑی عاجزی سے کہا حضرت آپ اس جھونپڑی میں قدم رکھدیں حضرت باباصاحب اتر پڑے۔ پھر تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ یہاں تک کہ رات کو انتے واپس ہونے ہی نہ دیا۔۱۲

غریب کی دلجوئی

حاجی محمد نظام الدین تاجی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت باباصاحب موضع لوہر ضلع سلطانپور میں حاجی محمد حنیف خاں صاحب کے مکان پر تشریف فرما تھے ہنومان مرائی ہاتھ جوڑ کر آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا کہ سرکار پرسوں اس غریب کی دعوت بھی قبول کر لی جائے آپ نے فرمایا پرسوں میں دوسری جگہ جا رہا ہوں تم کل ہی کیوں نہیں کھلا دیتے اس پر اس نے کہا بابا کل بازار جاکر سامان لاؤنگا پرسوں دعوت کرونگا باباصاحب نے کہا تکلیف کرنے کی کیا ضرورت جو تم کھاتے ہو وہی ہمیں بھی کھلا دینا اس پر وہ کہنے لگا آج کل سانواں کا بھات (چاول) اور بھینس کا مٹھا کھاتا ہوں یہ سن کر بابا ہنسے اور فرمایا تمہاری دعوت منظور کل ہم بھی مٹھا بھات کھائیں گے کوئی دوسرا انتظام مت کرنا۔ دوسرے دن باباصاحب بہت آدمیوں کو لیکر ہنومان مرائی کے یہاں گئے اور صرف مٹھا و سانواں کا چاول خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ ۱۲

سڑک سونا ہوگئی

جناب حاجی نظام الدین صاحب تاجی کا بیان ہے کہ (یہ روایت مجھے جائس میں بتائی گئی) ایک مرتبہ حضرت باباصاحب ٹہلتے ہوئے جائس سے بہادرپور سڑک پر پہونچ گئے بہت سے آدمی ساتھ تھے بابا نے فرمایا جگو (جائس کے ایک مرید کا نام) اگر یہ سڑک سونا ہو جاوے تو کیسا رہے گا۔ وہاں پر موجود سارے لوگوں نے دیکھا کہ پوری سڑک سونے کی ہو گئی ہے ساتھ ہی ارشاد ہوا کوئی ہاتھ نہ لگانا۔ ۱۲

روایت دیگر

محمد وصی خانصاحب کے والد کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں جب حضرت باباصاحب جائس پہونچے اور مرحوم کی قبر پر فاتحہ پڑھ چکے تو

ارشاد فرمایا وصی خاں پھاوڑا لاؤ ہم اپنے مرید کو زندہ باہر نکالیں گے۔ اس وقت حضرت بابا صاحب پر جذبی کیفیت طاری تھی وصی خاں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے حضور ایسا نہ کیجئے خلقت کے ہجوم سے آپ کا بھیکی پور میں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ آپ کچھ دیر تک وہاں پر ٹہلتے رہے پھر واپس چلے آئے۔ ۱۲

ایمانداری

چچا سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ میلہ کے زمانے میں ایک ہزار روپیہ چاندی کے سکہ سے بھری ہوئی تھیلی کسی مسافر کی سڑک کے اوپر گر گئی تھی۔ جسے میلہ آنے والے ایک آدمی نے لاکر بابا صاحب کے سامنے رکھدیا۔ اور کہا کہ روپیوں کی یہ تھیلی راستہ میں مل گئی تھی۔ بابا صاحب کے حکم سے واجد خاں برابر اعلان کرتے رہے۔ پانچ چھ دن بعد ایک آدمی آیا اور تھیلی کا پورا حوالہ بتا کر اپنی کل رقم لے گیا۔

بے مثال قابل تقلید عطیہ

مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ بھیکی پور کی ۱۹۹۰ء کی زیر تعمیر ایک طویل و عریض عمارت کی تکمیل سلیپ (چھت) کے اخراجات کے لئے ایک خطیر (کثیر) رقم فخر مذہب و ملت جناب شیخ کرامت اللہ صاحب عرف بھولے بھارت بازار بمبئی ۵ نے اپنے مرحومین کی روح کو صدقۂ جاریہ کی نیت سے عطا فرما کر ادارہ ہذا کا بے مثال تعاون کیا ہے۔

مولیٰ تعالےٰ حضرت بابا صاحب کے وسیلہ سے جناب بھولے بھائی کے کاروبار میں نمایاں ترقی و برکت دینے خاتمہ بالخیر سے نوازے آمین ثم آمین۔

اراکین الجمیعتہ الصمدیہ بھیکی پور

بروایت ومشاہدہ چودھری سراج الدین صاحب

تعرف راوی

چودھری سراج الدین صاحب حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے حقیقی بھائی ہیں جن کی پیدائش ۱۹۰۲ء میں ہوئی یہ حضرت بابا صاحب سے عمر میں بائیس ۲۲ سال چھوٹے ہیں۔ میلہ کے زمانہ میں بارہ تیرہ سال کی عمر تھی۔ چونکہ جوانی میں پہلوانی کا شوق تھا اس لئے قرب وجوار میں پہلوان یا چودھری کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ لیکن حضرت بابا صاحب کے مریدین وعقیدتمندان نے ہمیشہ چچا کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ کلو بھائی یعنی موجودہ سجادہ نشین حاجی نظام الدین ولد زین الدین کی دوسری وتیسری شادی یکے بعد دیگرے آپ کی دو لڑکیوں سے ہوئی جس سے حسام الدین ہے۔ میلہ کے حالات جو کچھ حاجی رشید الزماں خانصاحب نے بیان کیا ہے ان سب باتوں کی تصدیق وتائید آپکے بیان سے ہوتی ہے اس لئے انھیں نہ لکھ کر دوسری روایتیں درج ذیل ہیں۔

رتبہ بابا عبدالصمد صاحب

چچا صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۱۴ء میں پہلی مرتبہ جب ہم لوگ ۲۴، ۲۵ آدمی عبدالعزیز، ہلال کٹ بابا وغیرہ حضرت بڑے بابا صاحب (حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ) کے دربار میں حاضر ہوئے (ساتھ میں میرے بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے) تو اس وقت آپ واکی شریف میں مقیم تھے۔ ایک دن کاشی ناتھ پٹیل کے مکان کے ایک کمرہ میں حضرت بابا صاحب تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشارے پر ہم

باباصاحب کے پاس آگئے۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہم سے پوچھنے لگے۔ ہو حضرت تم نے غوث پاک کو دیکھا ہے میں نے کہا باباصاحب ہم نے تو نہیں دیکھا آپ نے فرمایا تم نے دیکھا ہے وہی تو ہیں جس کو تیری ماں نے لوریوں میں کھلایا ہے۔ مجھے یاد ہے ذرہ ذرہ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔

باتوں کی آواز سن کر مارواڑی بابا بھی اندر چلے آئے بابا نے فرمایا بیڑی لائے ہو حضرت مارواڑی بابا سے باباصاحب نے بیڑی لے کر کچھ پیا میرے منہ میں لگا دیا جب میں پینے لگا تو آپ نے فرمایا۔ ہو حضرت کشتی لڑو گے میں نے کہا ہاں بابا لڑیں گے۔ مارواڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس سے لڑو گے میں نے کہا ہاں بابا پھر آپ نے ارشاد فرمایا ہاں لڑنا ہوگا ہو حضرت۔

اٹھارہ سال کی لڑکی لڑکا ہوگئی

چچا صاحب کا بیان ہے کہ جب کبھی فرخ آباد جانا ہوتا تو موتی مسجد کے پیش امام صاحب کہتے چچا صاحب حضرت باباصاحب سے میری ملاقات کروا دو ۱۹۶۵ء میں جب حضرت باباصاحب کے ساتھ فرخ آباد گیا تو خبر پہونچی وہ بڑی عقیدت مندی سے باباصاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر کچھ سوچ کر رونے لگے ان کو روتا دیکھ کر حضرت باباصاحب کا دل بھر آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا مولوی صاحب آپ پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی سامان پیدا کرے گا اس کے یہاں کوئی کمی نہیں ہے جاؤ اطمینان رکھو حضرت باباصاحب کے وصال کے بعد جب میری ملاقات امام صاحب سے ہوئی تو وہ بتانے لگے کہ چچا صاحب جب میں حضرت باباصاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس خیال سے مجھ کو رونا آیا کہ میری لڑکی بالغ ہو چکی ہے لیکن بوجہ تنگدستی شادی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی حضرت باباصاحب کے تسلی دینے پر جب میں یہ سوچتا رہا کہ دیکھو غیب سے کیسے اور کیا انتظام ہوتا ہے۔ جب میں گھر آیا تو ایک عجیب بات بتائی گئی کہ

کہ لڑکی جس کی عمر ۱۸ ، ۱۹ سال کی تھی یکایک لڑکے میں تبدیل ہوگئی ہے میں نے اس کی ڈاکٹری بھی کروالی ہے۔[۱۲]

مانگا ایک پایا چار

چچا صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم ضلع سلطانپور میں ٹھاکر کنہیا بخش سنگھ تعلقہ دار نریندر پور کے یہاں گئے۔ میرے ساتھ رجب شاہ (جن کو حضرت بابا صاحب سے فیض ملا تھا) بھی تھے جب ہم لوگ ٹھاکر صاحب کے دروازے پر پہونچے تو دو چھوٹے چھوٹے بچوں نے آکر مجھ کو سلام کیا اور میرے قدموں کی طرف جھکے ان کو روکتے ہوئے میں نے پوچھا یہ لڑکے کس کے ہیں اس پر رجب شاہ نے بتایا کہ چچا صاحب یہ بچے حضرت بابا صاحب کی دعا سے پیدا ہوئے ہیں اس کا قصہ یہ ہے کہ ٹھاکر صاحب کے صرف ایک لڑکا تھا۔ جوانی کی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا کچھ عرصہ بعد ایک دن انھوں نے ہم سے کہا کہ رجب میاں آپ اپنے گروجی سے میری ملاقات کروادو۔ جب حضرت بابا صاحب سلطانپور کے علاقے میں آئے تو ہم حسب وعدہ ان کو لیکر بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کے سامنے پہنچے پر ٹھاکر صاحب زار وقطار رونے لگے حضرت بابا صاحب نے انھیں سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا آپ مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ کا گھر بہت بڑا ہے اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے اس پر ٹھاکر صاحب نے کہا بابا صاحب جائداد کا کوئی وارث نہیں اب ہماری عمر بھی اس قابل نہیں کہ کچھ امید کریں۔ پھر پنڈتوں نے یہ بھی بتایا ہے جو سنتان آپ سے ہونی تھی ہو چکی اس پر حضرت بابا صاحب نے جوش میں آکر کہا سب جھوٹے ہیں تم شادی کرو اللہ تعالیٰ اولاد دیگا۔ نام اس کا فقیر بخش یا فقیر چند رکھنا ٹھاکر صاحب ہنس کر کہنے لگے بابا آپ نے تو دو دیدیئے آپ نے فرمایا کیا تعجب اللہ تعالےٰ اور بھی دیدے۔ چچا صاحب اب تو بڑھاپے میں ٹھاکر صاحب کی

دوسری بیوی سے چار بچے ہیں۔ فقیر بخش فقیر چند وغیرہ وغیرہ۔

چند بزرگوں کے مراتب

چچا صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب کی محفل میں قریب کے بزرگوں کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ مراری شاہ کے بابت پوچھنے پر آپ نے فرمایا ان کی مثال یوں سمجھو کہ ضلعدار کی غیر موجودگی میں اس کی کرسی پر ضلع کانگراں بیٹھ جاوے اور جب صاحب آوے کرسی خالی کردے۔ شاہ عبداللطیف شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا کہ جیسے کسی کو سامان سے بھرا ہوا پاندان حوالے کردیا جاوے۔ خوب جی بھر کے پان کھانے کی اجازت ہو، تقسیم کرنے کی نہیں۔ حاجی وارث علی شاہ کے بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ انگریزی حکومت کی باگ ڈور آپ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ انگریزی عملداری کے صاحب ولایت آپ ہی ہیں۔[۱۲]

استغراق

۱۵ار فروری ۱۹۶۴ء ۶ عید الفطر بروز شنبہ کی شام کو عشاء کے وقت ہم لوگ الاؤ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اسماعیل دادا (خادم) حضرت بابا صاحب کے کمرہ میں آپ کے پاس گئے اور کہا بابا صاحب اٹھو نماز کا وقت آگیا حضرت بابا صاحب نے پوچھا کیا صبح ہوگئی۔ کہا بابا ابھی تو آپ نے عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی اور نہ کھانا ہی کھایا بابا صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے تو کہا لاؤ جبّہ اتار لیں بابا صاحب نے پوچھا اس کو کب پہنا دیا تھا۔ اسماعیل نے یاد دلاتے ہوئے کہا چار بجے شام کو جب آپ محمد اقبال کے نئے مکان کی بنیاد رکھنے گئے تھے تو پہن کر گئے تھے۔ نماز کے بعد جب آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا تھوڑا کھا کر ہاتھ روک لیا۔ بابا ابھی تو کچھ کھایا ہی نہیں۔ پھر کھانے لگے چند لقمہ کھا کر بیٹھے رہے۔ بابا اسے تو آپ نے کھایا ہی نہیں یہ کیا ہے۔ اچھا لاؤ بھائی اسے بھی کھالیں جب پانی پینے چلے ہاتھ میں سوئیں کا پیالہ دے کر کہا

بابا پہلے سوئیں پی لو تب پانی پیو۔ یہ دیکھ کر ہم لوگ ہنستے رہے اور اسماعیل دادا حضرت باباصاحب کو بچوں کی طرح بہلا پھسلا کر کھلاتے رہے۔ ۱۲

کشف

حضرت باباصاحب کی محفل میں جب کبھی میلہ کا تذکرہ ہوتا اور نوعمر لڑکے یہ کہتے کہ باباصاحب ہم لوگ اس وقت پیدا بھی نہ تھے اگر ہوتے تو ہم بھی دیکھتے تو آپ فرماتے تم لوگ بھی دیکھو گے ابھی تو اس سے بھی بڑا میلہ لگے گا اگر کوئی پوچھتا کہ بابا کب لگے گا تو آپ خاموش رہتے۔ کبھی کہتے کہ جب بڑے[1] بابا چاہیں گے۔ اس فرمان سے گاؤں کا بچہ بچہ واقف تھا بعض آدمی یہ بھی کہتے تھے کہ ہم تو بچپن ہی سے سنتے چلے آئے۔ یہ سب بچوں کے بہلانے کی باتیں ہیں۔ لیکن آج نگاہ کے سامنے ہے کہ مزار شریف سے لیکر نہر کے پل تک راستہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے جو ہر سال بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ بڑے باباصاحب کا عرس جیسے باباصاحب نے چالیس سال تک کیا تھا اسے لوگ باباصاحب کا میلہ کہنے لگے۔ عرس تو محرم کی ۲۶، ۲۷، کو ہونا رہا لیکن میلہ ۲۸، سے ۲۸، تک ہونے لگا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ کب اور کس کے ہاتھ سے کیا ہونے والا ہے؟ اسے روشن ضمیر ہی بتا سکتے ہیں۔ چنانچہ باباصاحب کے وصال کے ۱۰، ۱۲، سال بعد اور میلہ سے ۶۰، ۶۲، سال بعد کلو[2] بھائی کی سجادگی میں اس میلہ کی ابتدا ہوئی جو روز بروز ترقی پذیر ہے جیسے باباصاحب برابر کہتے چلے آئے تھے۔ ۱۲

ع۱ بڑے بابا یعنی حضرت بابا تاج الدین ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ، چونکہ یہ حضرت بابا عبدالصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد تھے اسی بنا پر حضرت بڑے باباصاحب کے نام سے منسوب ہوئے حضرت بابا عبدالصمد شاہ بھی اکثر بڑے بابا ہی کہا کرتے تھے۔

ع۲ کلو بھائی یعنی نظام الدین صاحب تاجی جو کہ حضرت باباصاحب کے بھائی زین الدین کے صاحبزادے و حضرت باباصاحب کے صاحبزادے کے سالے ہیں جو کہ موجودہ سجادہ نشین ہیں۔ ۱۲

کشف

چہلم کا دوسرا دن یعنی صفر کی ۲۱ر تاریخ تھی۔ حضرت بابا صاحب اپنی خانقاہ سے نکلے۔ نہر کے پل سے میں بھی (اقبال) ساتھ ہو گیا۔ گنجان باغوں، تالاب اور بھٹیوں سے ہوتے ہوئے جا رہے تھے پیچھے میں بھی چل رہا تھا۔ دل میں خیال آیا مجھکو بابا کے قدم بقدم چلنا چاہیئے۔ اب تو جہاں سے بابا قدم اٹھاتے اسی جگہ میں بھی پیر رکھتا ہوا چلا۔
یک بیک بے ادبی کا خیال ہوا ساتھ ہی حافظ ظہیر احمد کا یہ شعر یاد آیا ؎

محتسب اللہ شاہد ہے کہ میں کافر نہیں
کیا کروں سر جھک گیا نقش کفِ پا دیکھ کر

پھر تو دل کی عجیب کیفیت تھی۔ اسی حالت میں ہم چودھریا تالاب کے دکھن والے اونچے ٹیلوں پر چڑھ رہے تھے کہ بابا صاحب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ پہاڑیوں کی سیر کیا کرو اقبال۔ میں نے کہا جی حضور پھر ارشاد ہوا کشمیر کی پہاڑیوں کی سیر کیا کرو۔ ہم نے کہا اچھا بابا صاحب آگے بڑھتے ہوئے برساتی نہر (ڈرین) پار کر کے شیر دکے پُردا کے قریب ایک پیڑ کے سایہ میں بیٹھ کر سگریٹ پینے لگے پھر ہاتھ اٹھا کر اتر دور تک اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ سب کی بارکیں ہیں یہاں فوجیں رہیں گی۔

ایک دن محمد رفیق عرف للو بھائی نے بڑی رازداری سے بتایا کہ ایک مرتبہ ہم میاں بابا کے ساتھ بیل گاڑی پر انہونہ جا رہے تھے جب ہم لوگ فتحپور سے آگے برساتی نہر پار کر کے (جہاں اب بجلی کی بڑی لائن ہے) پہنچے تو بابا صاحب نے پورب کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ فوجیوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ میں (اقبال) ایک دن انہونہ سے آ رہا تھا بجلی لائن کے قریب فتحپور کا رام لال پاگل مل گیا (جسے لوگ گورنر کہتے تھے) میں نے سڑک

کے پورب ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا یہ کیا ہے اس نے برجستہ جواب دیا پریڈ ہے پریڈ ۔ ۱۲

وصال

دسمبر ۱۹۶۵ء کی آخری تاریخوں میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم بہت سے آدمی ایک مقام پر جمع ہیں اور سورج دیکھ رہے ہیں۔ عصر کا اول وقت ہے یک بیک سورج زمین پر گر گیا اور اندھیرا گھپ ہو گیا۔ گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی سمجھ میں آیا کہ دنیا سے کوئی اونچی ہستی اٹھ گئی خاص طور سے صدر ایوب شاہ فیصل و کرنل ناصر کی طرف خیال جا رہا تھا۔ صبح سے دوپہر تک اخبار و ریڈیو سے کوئی خبر نہ ملی جب دھیان باباصاحب کی طرف گیا دل دھڑک اٹھا فوراً پھلواڑی جاکر پوچھا مولانا صاحب، باباصاحب اس وقت کہاں ہیں کہا عبدالغفور بھائی کے یہاں تاکرام گئے تھے شاید اب فرخ آباد میں شریف بھائی کے یہاں ہوں۔ کوئی خط بھی نہیں آیا۔ یکم جنوری ۱۹۶۶ء بروز سنیچر گاؤں میں خبر گونجی کہ بابا بہت سخت بیمار ہیں۔ بذریعہ موٹر کار کانپور سے آئے ہیں۔ جیسے جیسے خبر پھیلتی گئی دیکھنے والے آتے رہے۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس دن آپ اپنے بچپن کے ساتھی، پڑھنے اور کھیلنے والوں کو زیادہ پوچھتے۔ فلاں کا کیا حال ہے، فلاں کیوں نہیں آئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ ان لوگوں کو انتقال کئے کافی عرصہ گذر چکا تھا اور بابا سے عمر میں بڑا گاؤں میں کوئی دوسرا نہ تھا۔ حکیم ڈاکٹروں نے دیکھ کر ڈبل نمونیا بتایا علاج ہوتا رہا لیکن آپ بڑی مشکل سے دوا پیتے زیادہ تر کلی کر دیتے تھے یا تھوک دیتے تھے۔ منھ لگے خادم عبدالشکور امیٹھی سے آئے تو بہلا پھسلا کر کچھ دوا پلا دیتے۔ دن بدن جسمانی کمزوری بڑھتی گئی دیکھنے والوں کا تانتہ بندھا رہتا۔ ۷ جنوری ۱۹۶۶ء مطابق ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بروز جمعہ صبح سے یہ خبر گونجی کہ آج باباکی طبیعت ٹھیک ہے۔ اس لئے

گاؤں کے بہت کم آدمی دیکھنے آئے۔ جائسی علاقہ کے لوگ اور دھننجے بھائی دہلوی آئے تھے جب جمعہ کی اذان ہوئی بابا صاحب نے کہا تم لوگ نماز پڑھنے جاؤ دھننجے بھائی اور فرہاد بابا (خادم) کے علاوہ سبھی لوگ مسجد چلے گئے۔ نماز فرض ختم ہوئی دعا کے لئے ہاتھ اٹھے بابا کے نائی سخاوت علی نے پکارا بھائیو بابا کی صحت کے لئے دعا کرو۔ مسجد کے باہر سے آواز آئی مولانا! مولانا! لیاقت خاں نے باہر دیکھا دھننجے بھائی باہر کھڑے رو رہے تھے۔ بتایا بابا چلے گئے۔ لیاقت خاں نے پکارا بابا کا پردہ ہوگیا۔ مسجد کے سارے نمازیوں پر سکتہ کا سا عالم طاری ہوگیا۔ ہاتھ جو دعا کے لئے اٹھے تھے اٹھے رہ گئے کچھ وقفہ بعد بابا کے پاس اژدہام ہوگیا چھوٹے بڑے مرد عورت ہندو مسلمان سب کے آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ بجلی کی تیزی جیسی ساری بستی میں خبر پھیل گئی۔ پھر تو عورتوں اور بچوں کا سیلاب اُمنڈ آیا۔ مرد باہر نکلے۔ جب کچھ سکون ہوا انتظام کی طرف توجہ ہوئی جازم بچھایا گیا چار چھ آدمی اطلاع نامہ لکھنے بیٹھ گئے تار ٹیلیفون کئے گئے۔ کچھ آدمی اطلاع نامہ لیکر تشہیر کے لئے نکل گئے۔ ۸ر جنوری ۱۹۶۶ء مطابق ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بروز شنبہ صبح سویرے جائسی راہگیر آگئے۔ چونکہ لحد بعد تراویح رات میں ہی کھودی جا چکی تھی۔ اور اینٹیں ومسالہ وغیرہ بھی فراہم ہوگیا تھا اس لئے اب تعمیر قبر کا کام شروع ہوگیا بنگلہ کے لئے پتھر کے تختے تلوئی سے لائے گئے تھے۔ فتحپور، انہونہ، نہال گڈھ میں جس قدر کافور مل سکی لائی گئی۔ ہجوم بڑھتا گیا، قرآن خوانی ہوتی رہی۔ ظہر تک جنازہ تیار ہوگیا۔ چارپائی میں لمبے بانس باندھے گئے۔ بعد نماز جس راستہ سے عرس میں گاگر و تبرکات کا گشت ہوتا ہے۔ اسی راستہ سے جنازہ گھمایا گیا تاکہ لوگوں کو کاندھا دینے کا موقع مل سکے بڑی پھلواڑی میں جس جگہ اب وحیدالدین کا مکان ہے جنازہ رکھا گیا جناب مولانا سلیم صاحب بانیِ مدرسہ عربیہ

خطیب وامام جامع مسجد سلطانپور نے باجازت مولانا جلال الدین تاجی (پسر حضرت باباصاحب) نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر التعداد لوگوں نے شرکت کی۔ چار بجے جب جسد اطہر قبر شریف میں اتارا جارہا تھا اس وقت میں نے پیچھے ہٹ کر سورج کی طرف دیکھا تو ٹھیک اسی مقام پر تھا جہاں سے گرتے ہوئے خواب میں دیکھا تھا۔

مناسبت ملاحظہ ہو **خورشید بھیکی پوری** سنہ وصال ۱۳۸۵ نکلتا ہے۔ جب مٹی دی جاچکی تو قبر کے وجود میں آتے ہی سب سے پہلے ہرے رنگ کی چادر خاکسار نے ہی ڈالی جو اب تک ہر سال باباصاحب کی تاریخ وصال میں شام کو ۴ بجے بدل جاتی ہے۔

حافظ صوفی احمد حسین کے تعزیتی خط کا ایک شعر

نہ باقی رہا اب کوئی رد و کد — ہیں نزد صمد شاہ عبد الصمد

قطعۂ تاریخ وفات بابا عبد الصمد شاہ

حسن طلب کے صدقے ہر آرزو ہے پوری
تاریک ہیں فضائیں موسم ہے پھر بھی نوری

ممکن نہیں اندھیرا ہو بزم زندگی میں
جلوہ فگن ہے اب بھی خورشید بھیکی پوری

۱۳۸۵ھ

از

حافظ انوار الحق بھیکی پوری

وقت تدفین اعلان کیا گیا کہ جو لوگ واپسی میں دقّت سمجھیں وہ ٹھہر جاویں ان کے رہنے کا اور کھانے کا پورا انتظام کیا گیا ہے اور سوئم کی تاریخ بھی مقرر ہوئی۔

سوئم :۔ چنانچہ ۱۰ر جنوری ۱۹۶۶؁ء بروز دوشنبہ کو بڑے اہتمام سے قل، فاتحہ اور قرآن خوانی سے ایصال ثواب کیا گیا۔

بعدہٗ اہل خاندان، گاؤں اور مریدین بالخصوص ڈھنچے بھائی دہلوی اور حشمت اللہ انجینیر بستی وغیرہ نے مل کر ایک میٹنگ کی جس میں چالیسواں کے پروگرام بنائے گئے اور تعمیر کمیٹی قائم کی گئی۔

تعمیر کمیٹی

صدر جناب مولانا جلال الدین صاحب تاجی ناظم اعلیٰ جناب محمد اقبال خان

ممبران :۔ حاجی رشید الزماں خاں صاحب بھیکی پوری، جناب حشمت اللہ انجینیر بستی اور ڈھنچے بھائی دہلوی تحویل ذمّہ ناظم سپرد کی گئی۔

نوٹ :۔ ڈھنچے بھائی کا پورا نام کرشن کمار گپتا ہے۔

ابتدائی تعمیر

۱۵ اپریل ۱۹۶۹ء مطابق ۲۷ محرم کو انجینیر صاحب نے داغ بیل دی اور ۱۷ اپریل کو جناب حافظ محمد اختر صاحب سہارنپوری، جناب ماسٹر زندہ حسن صاحب عارف سہارنپوری جناب دھننجے بھائی دہلوی منو بھائی لکھنوی وغیرہ نے رسم بنیاد تعمیر درگاہ شریف ادا کی۔ راجگیر پھول محمد سنگرامئو جونپور نے چنائی کا کام شروع کیا بعدہٗ حبیب اللہ جونپوری خلیل احمد سلطانپوری محمد ہاشم جائسی اور خاطر خاں و جمال الدین خان وغیرہ مقامی راجگیروں نے کام کیا بفضل خدا ۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء تک انجمن صمدیہ کی تحویل سے درگاہ شریف کی تعمیر کا کام اختتام پذیر ہوا اب بیرونی عمارت مسافر خانہ وغیرہ کی طرف توجہ ہے فی الحال جناب پیر معرفت محمد نظام الدین صاحب تاجی سجادہ نشین کی زیر نگرانی میں خانقاہ کی مرمت کا کام ہو رہا ہے:

مزدور کی عقیدت

جس زمانہ میں بابا صاحب کے مزار میں تعمیری کام ہو رہا تھا۔ اس میں کا ایک مزدور (برجلال کا لڑکا چھوٹے لال) ایک دن اپنی رشتہ داری میں گیا تھا۔ وہاں کی واپسی میں مزار شریف پر چادر چڑھانے حاضر ہوا۔ اور بتلایا کہ کل مجھ کو واپسی میں رات ہو گئی تھی جب میں فتح پور کے قریب رام باغ کے پاس برساتی نہر (ڈرین فتحپور) کے پل پر آیا تو وہاں بیٹھے ہوئے دو آدمیوں نے اٹھ کر میری سائکل چھین لی اور ایک طرف کو چلے اسوقت میں نے رو رو کر بابا صاحب کو یاد کیا ابھی وہ چند قدم ہی چلے تھے کہ نہ معلوم کدھر سے ایک لمبے قد اور سفید پوش آدمی وہاں پر آ گئے

دو زور سے ان لوگوں کو ڈانٹ کر کہا خبردار جو کوئی آگے بڑھے۔ کچھ اور آگے آئے تو کہا دے اس کی سائکل۔ پھر مجھ سے کہا۔ اپنی سائکل لے اور جا۔ میں نے اپنی سائکل لے لی۔ اور فتح پور کی طرف چل دیا آتے ہوئے کئی بار پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچھ فاصلہ پر وہ صاحب آتے ہوئے دکھائی پڑے۔ فتح پور آبادی کے قریب آکر پھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہمارے بابا صاحب ہی تھے۔

چہلم

مقررہ تاریخ ۱۵ ر فروری ۱۹۶۶ء مطابق ۲۲ ر شوال ۱۳۸۵ھ بروز منگل بابا کے چالیسویں کے دن آپ کے ایصال ثواب قرآن خوانی و قل میں تمام مریدین و معتقدین نے شرکت کی عرس سے بھی زیادہ مجمع کثیر ہوا اس موقع پر آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا جلال الدین صاحب تاجی کی رسم سجادہ نشینی و خرقہ پوشی میاں بابا کے نانا پیر غلام صاحب کے پیر و مرشد حضرت سید شاہ علی حسن صاحب اشرفی جائسی کے موجودہ سجادہ نشین مخدوم زادہ حضرت سید شاہ مقصود اشرف صاحب اشرفی کے دست مبارک سے ادا ہوئی اسی مناسبت سے بعد وفات مولانا موصوف کے چالیسواں (مورخہ ۱۵ ر جولائی ۱۹۷۳ء مطابق ۱۴ ر جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ بروز یکشنبہ) میں بھی جناب محمد نظام الدین صاحب تاجی عرف کلو بھائی کی رسم سجادگی و خرقہ پوشی بدست مبارک حضرت سید شاہ مقصود اشرف اشرفی و حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مفتیٔ اعظم کانپور (جو کہ مولانا جلال الدین صاحب تاجی کے استاذ تھے) و میاں ولی الحسن صاحب الہ آبادی کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

نوٹ :۔ تاریخ وفات مولانا جلال الدین

۶ / جون سنہ ۱۹۷۳ ء بمطابق ۴ / جمادی الاول سنہ ۱۳۹۳ ھ

بچے کا مشاہدہ

گیارہویں شریف سنہ ۱۹۶۵ ء میں میرے لڑکے مظہر الحق کو حضرت بابا صاحب نے بسم اللہ کروایا تھا وہ عمر کے پانچویں سال میں تھا اور حضرت بابا صاحب کے دفن ہوتے وقت قبر کے پاس موجود تھا بعد میں اس نے مجھ سے پوچھا ابا میاں بابا کی قبر سے کالی کالی کیا چیز نکل کر بھاگی تھی جس کا جواب میں نہ دے سکا کئی بار اسنے پوچھا ہر مرتبہ میں نے ٹال دیا۔ ایک دن مولانا صاحب نے بیان کیا کہ جب کوئی جنازہ قبر میں اتارا جاتا ہے تو اس وقت اسکی نیکی و بدی میں لڑائی ہوتی ہے جو غالب آتی ہے ساتھ جاتی ہے جو ہار جاتی ہے نکل بھاگتی ہے نیکی سفید ہوتی ہے بدی کا رنگ کالا ہوتا ہے تب یہ معمہ سمجھ میں آیا۔

حضرت بابا صاحب کی آرزو

ایک دن مولانا صاحب کہنے لگے کہ اقبال مجھکو ایک بات یاد آتی ہے وہ یہ کہ میں اپنی طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب کے پاس چلا گیا تھا دیہات کے ایک گاؤں میں حضرت بابا صاحب ٹھہرے ہوئے تھے گانے والا انکو گانا سنا رہا تھا جب اس نے یہ شعر پڑھا جس کا مطلب تھا کہ میری موت آوے تو جمعہ کا دن ہو اور رمضان کا مہینہ تو حضرت بابا صاحب پر کیف طاری ہو گیا پہلے ضرب لگایا پھر رونے لگے بار بار کہتے یہی ہونا چاہیے۔

خود ساختہ رواج

حضرت بابا صاحب کے وصال کے بعد سے بغیر کسی تحریک کے گاؤں میں کچھ رسومات از خود بن گئے جیسے

ا :- بعد نماز جمعہ کافی تعداد میں نمازی حضرت بابا صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں۔

۲ :- جب گاؤں کا کوئی آدمی پردیس یا لمبے سفر میں روانہ ہوتا ہے تو سب سے آخر میں حضرت بابا صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوتا ہے۔

۳ :- اس وقت سے ابتک کوئی بارات گاؤں سے نہ نکلی جس میں نوشہ سلام کرنے (فاتحہ پڑھنے) کے واسطے مزار شریف پر نہ حاضر ہوا ہو۔

بابا کا بچہ بھوکا نہیں سلایا جاتا

حضرت بابا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بابا صاحب کے سلسلہ میں بچوں کو بھوکا نہیں سلایا جاتا اگر جنگل پہاڑ پر بھی ہو گا تب بھی اسکو ٹائم ٹائم پر کھانا ضرور پہونچتا رہے گا ہاں البتہ دوسرے طریقوں سے ضرور اسکی کچھ سر نکال لی جاتی ہے

کشمکش کا فیصلہ

بچپن ہی سے مجھکو حضرت بابا صاحب سے بہت زیادہ عقیدت و محبت رہی ہے اور بڑے بابا صاحب کی بزرگی و کرامات کے واقعات سننے اور پڑھنے سے دل اور بھی اسی طرف کھنچتا چلا گیا دوسری طرف یہ بات بھی دل میں سمائی ہوتی تھی کہ خانوادہ اشرفیہ کی ضوفشانی عالم میں پھیلی ہوئی ہے اور ہمارے مورثان ساڑھے چار سو

سال سے اشرفی دامن کے سایہ میں چلے آرہے ہیں انیسویں پشت میں آج ہمارے سامنے دو راستے ہیں اشرفی و تاجی ہمیں کس طرف جانا چاہئے اس فیصلہ میں بیعت پریشان رہی سنہ ۱۹۶۳ء میں کچھوچھہ شریف جانے کا اتفاق ہوا جب میں گنبد شریف کے اندر مزار مقدس کے قریب بیٹھا ہوا درود شریف پڑھ رہا تھا ایک بیک ایسی کیفیت طاری ہوئی جو بیان و تحریر سے باہر ہے اس حالت میں دیکھا کہ میں ایک مکتب کا طالب علم ہوں اور حضرت بابا صاحب میرے استاد ہیں مخدوم صاحب بحیثیت انسپکٹر مدارس مدرسہ میں تشریف لائے اور میرے طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اپنا سبق سناؤ فوراً کھڑا ہو کر درود تاجی سنانے لگا پھر کیفیت بدل گئی دیکھا کہ اس جگہ بیٹھا درود شریف پڑھ رہا ہوں اس وقت سے مجھکو تسلی ہوئی کہ نہ دو راستے ہیں نہ کوئی دامن چھوٹ رہا ہے۔

دُرُودِ تاجی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بَارِكْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَيْهِ

دینی درسگاہ

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے بچپن میں یعنی سنہ ۱۹۲۷ء میں حضرت بابا صاحب کے دروازہ پر مولانا محمد شمیم صاحب گاؤں کے بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے ان کے بعد قصبہ سلون کے ایک مولوی صاحب نے اس کام کو انجام دیتے رہے جملہ مصارف حضرت بابا صاحب دیا کرتے تھے جب وہ بھی چلے گئے تو حاجی فرید احمد صاحب (حضرت کے خالہ زاد بھائی)

اور حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا جلال الدین صاحب تاجی نے اس سلسلے کو قائم رکھا لیکن ان حضرات کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا بالآخر خادم کی تحریک پر مورخہ ۱۵ ر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۳ راگست ۱۹۷۶ء بروز چہارشنبہ بموقع عرس حضرت بابا عبدالصمد شاہ برآستانہ صمدیہ تاجیہ بغرض تعلیم الاسلام بنام تاج المدارس اشرفیہ بہ افتتاح مخدوم زادہ حضرت سید شاہ مقصود اشرف صاحب سجادہ نشین جائس قیام پذیر ہوا ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مولانا محمد اشتیاق احمد صاحب قادری جو قریب ہی کے رہنے والے ہیں انھوں نے ۱۰ ر ستمبر ۱۹۷۹ء میں آکر مدرسہ کا سارا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور مورخہ ۲۶ ر جنوری ۱۹۸۰ء مطابق ۲۶ ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ بعد نماز جمعہ بدست مبارک پیرزادہ سید محمد اشرف کلیم میاں صاحب جائسی مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ برآستانہ صمدیہ کے موجودہ عمارت کی بنیاد قائم ہوئی جس کی تعمیر کا سلسلہ اب تک چل رہا ہے اور فی الحال مدرسہ ہذا میں حضرت مولانا محمد اشتیاق احمد صاحب قادری و حضرت مولانا محبوب عالم نوری۔ و حافظ و قاری جناب ظفرالاسلام اشرفی و حافظ گلفام احمد صاحب وغیرہ کے ذریعہ اس دینی درسگاہ میں نظام تعلیم ایک اچھے معیار پر چل رہا ہے جسے اللہ پاک اور ترقی عطا فرمائے آمین

فقط دعاگو، محمد اقبال خان تاجی اشرفی محرک و سربراہ مدرسہ ہذا۔

مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ بر آستانۂ صمدیہ بھیکی پور شریف کا

مختصر تعارف

١۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ بیت الرسول ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

٢۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ حضرت بابا عبد الصمد شاہ علیہ الرحمہ کی جیتی جاگتی روحانی یادگار ہے۔

٣۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ بزرگان دین وعلمائے کرام کی دعاؤں کا مرکز عنایت ہے۔

٤۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ مینارۂ رشد و ہدایت ہے۔

٥۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ گہوارۂ علم وفن ہے۔

٦۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ دین اسلام کا قلعہ ہے

٧۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ تہذیب وتمدّن کا آفتاب ہے۔

٨۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ اشاعت سنت مصطفے کا سرچشمہ ہے۔

٩۔ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ ملّت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ ہے۔

١٠ مدرسہ تاج العلوم اشرفیہ کا ہر تعاون حصولِ رضائے الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے

فقط دعاگو، محمد اشتیاق احمد قادری اشرفی بانی وناظم اعلیٰ مدرسہ ہذا

مولیٰ تبارک وتعالیٰ ھر مسلمان کے قلب کو اس ادارہ کی طرف مائل کردے اور اس ادارہ کو بیش از بیش ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)